حکومت سے منظور شدہ ایکسپورٹ ہاؤس
سپر ٹینری لمیٹیڈ
• برنشڈ بف کاف • فیشن اسپل لیدرز • اَپل اپ • انڈسٹریل سیفٹی بوٹ لیدرز • نوبک
• واٹر پروف لیدرز • گارمنٹ نپّا • شوا اینڈ بوٹ اپرز
SUPER TANNERY LIMITED
(A Government Recognised Export House)
187/170, JAJMAU ROAD, KANPUR-208010 (INDIA)
Tel:+91-512-2460137,2465362,2462138,2461079
Fax:+91-512-2460792,2462227,
Email:supertannery@satyam.net.in
Website:www.supertannery.org

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

سہ روزہ دعوت
نئی دہلی
www.dawatonline.com

Millenium Girls School
C.B.S.E. Syllabous
Admission is going on for Session 2009-2010
Nursery to Class Tenth
Bus and Hostel Facility avaiable
Cont. No.: 09835293957, 09234131237
Azad Clony, Pabra Road, Hazaribagh (Jharkhand)

• جلد: ۵۷ • شمارہ: ۳۴ • ۱۳/اپریل ۲۰۰۹ء • 13 April 2009 • دوشنبہ • ۱۷/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ • قیمت Rs.5/= • سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲ ریال • Posting: 11 April 2009 Saturday •

آزادی اظہار رائے کے نام پر مسلمانوں کی دل آزاری

آزادی اظہار رائے کے نام پر اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنانے اور دل آزاری کرنے کی مہم کے خلاف عالم اسلام کو اس وقت ایک بڑی کامیابی ملی جب گزشتہ دنوں جنیوا میں اقوام متحدہ کی ۴۷ رکنی انسانی حقوق کونسل سے بابت ایک تجویز کو منظور کرالیا گیا۔ حالانکہ جتنا دباؤ مسلم ممالک کی طرف سے تجویز کو پاس کرانے کے لئے تھا اس سے کم دباؤ مخالفت میں نہیں تھا۔ لیکن بالآخر حق کا پلڑا ابھاری رہا۔ ووٹنگ کے دوران مخالفین کو مایوسی ہوئی۔ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل نے اظہار خیال کی آزادی کے نام پر مذاہب کو نشانہ بنانے پر روک لگانے کی منظوری دے دی۔

حالیہ کچھ برسوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین اور مسلمانوں کی دل آزاری کا رجحان جس تیزی سے بڑھا ہے وہ بھی آزادی اظہار رائے کے نام پر مسلم ممالک نے پہلے تو اس روش کی مخالفت کی حتی الامکان کوشش کی لیکن اس کا الٹا ہی اثر دیکھنے کو ملتا تھا۔ آئے دن مسلمانوں کی دل آزاری کے کام کئے جاتے رہے اور مغربی حکومتیں یہ کہہ کر ان کے خلاف کارروائی سے انکار کرتی رہیں کہ وہ اظہار خیال کی آزادی پر روک نہیں لگاسکتیں۔ غرضیکہ سرکاری سطح پر اس طرح کی حرکتیں کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی رہی جیسا کہ ڈنمارک اور ناروے میں پیغمبر اسلام کے متنازعہ کارٹونوں کی اشاعت کے معاملے میں سبھی نے دیکھا، پوری دنیا میں اس مسئلہ پر بحث چلی، سبھی نے مذمت کی لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ حکومت ڈنمارک آخر تک کارٹون بنانے والے اور انہیں شائع کرنے والے اخبار کی پشت پر کھڑی رہی حالانکہ مسلمان اور مسلم ممالک کی طرف اس کی اشیاء کے بائیکاٹ کی وجہ سے اسے کافی نقصان پہنچا لیکن حکومت نے پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کرنے والوں اور مسلمانوں کی دل آزاری کرنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں۔ اسی طرح پوپ بینیڈکٹ نے بھی یہ کہہ کر مسلمانوں میں زبردست ناراضگی پھیلادی کہ اسلام تشدد سے پھیلا۔ اس پر بھی اس کے جواز کے لئے آزادی اظہار رائے کے فرسودہ اصول کا سہارا لیا گیا۔ غرضیکہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے اظہار خیال کی آزادی کے نام پر جو رجحان پیدا ہوا ہے۔ مغرب کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے وہ دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔

متنازعہ کارٹون کی اشاعت کے وقت ہی اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کوفی عنان نے آزادی اظہار رائے کے نام پر مسلمانوں کی دل آزاری کی ایسی حرکتوں پر پابندی کی وکالت کی تھی۔ مسلم ممالک نے بھی اپنی طرف سے اس کے لئے تحریک چلائی، آخر کار انہوں نے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل میں ۵۷ مسلم ممالک کی طرف سے مشترکہ طور پر پاکستان کے سفیر ضمیر اکرم نے تنظیم اسلامی کانفرنس کے بینر تلے ایک تجویز پیش کردی جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ بین الاقوامی سطح پر ایسے نمائندہ قانون بنائے جائیں جن کے تحت اظہار خیال کی آزادی کے قوانین کی آڑ میں کسی مذہب اور اس کی قابل احترام شخصیتوں پر تنقید نہ کی جاسکے اور انہیں غلط طریقے سے نہ پیش کیا جاسکے۔ اس معاملے میں مسلم ممالک کا کہنا ہے تھا کہ ایسی حرکتوں سے اس مذہب کے پیروکاروں کے خلاف تفریق ونفرت اور دشمنی بڑھتی ہے اور تشدد کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے جو لوگ ایسی حرکتیں کرتے ہیں انہیں روکا جائے۔

پہلے تو مسلم ممالک کے قدم کی مخالفت کی گئی اور ان لوگوں نے ایک مہم بھی چلائی کہ جو مذکورہ حرکتیں کرتے رہے ہیں کہ مسلم ممالک کی تجویز منظور نہ ہو لیکن او آئی سی کے ممبر ممالک کے سخت دباؤ کے بعد جب جنیوا میں اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل نے اس تجویز پر ووٹنگ کا فیصلہ کیا تو مسلم ممالک کی تحریک ہی کامیاب ہوئی۔ ۴۷ رکنی کونسل میں ۲۳ ووٹ تجویز کے حق میں اور صرف ۱۱ مخالفت میں پڑے جب کہ ۱۳ ممالک غیر جانبدار رہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہندوستان بھی جہاں تقریباً ۲۵ کروڑ مسلمان ہیں ووٹنگ کے دوران غیر جانبدار رہا۔ ویسے حالیہ عرصے میں بین الاقوامی سطح پر مرکز کی یوپی اے سرکار نے کئی فیصلے کئے جن سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچی اور صاف صاف نظر آیا کہ ہندوستان بین الاقوامی سطح پر مسلم مسائل میں مغرب کے ساتھ رہتا ہے۔

مذکورہ تجویز کی منظوری مسلم ممالک کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اگرچہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عالمی سطح پر کوئی ایسا قانون بن جائے گا جو اس طرح کے واقعات کی روک تھام کرے گا لیکن یہ بات تو طے ہوگی کہ کسی کو نفسیاتی اور ذہنی اذیت دینا بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ اب آزادی اظہار رائے کا اصول اس سے مشروط ہوجائے گا۔ اقوام متحدہ کو اس بارے میں اپنے ممبر ممالک کو ہدایات جاری کرنے کا حق مل گیا اور مسلم ممالک اس سے اس طرح کی ہدایات جاری کراسکتے ہیں اور سرکاری سطح پر اسلام اور پیغمبر اسلام کو نشانہ بنانے کی سرکاری حوصلہ افزائی پر روک لگواسکتے ہیں۔ (ص ن)

موبائل پر نماز کی الرٹ

بوسٹن - امریکہ میں کمپیوٹر اور موبائل ٹیکنالوجی پر ریسرچ کرنے والے مشہور ادارہ جارجیا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے ماہرین ان دنوں ایک ایسا موبائل سیٹ پیش کرنے کی کوشش کررہے ہیں جو سنٹ ڈائل کہی جانے والی ٹیکنالوجی پر کام کرے گا۔ ایک خصوصی آلہ کے ذریعہ یہ موبائل سورج کی گردش کے مطابق پانچوں وقت مسلمانوں کو یہ بتائے گا کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ انسٹی ٹیوٹ کی ایک ترجمان سوسن وائیشے نے کہا کہ ہم کو مذہب کے بارے میں جاننا چاہئے کیونکہ لوگوں کی زندگی اس کے ارد گرد گھومتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سب سے پہلے اسلام کو اس لئے منتخب کیا کہ یہ دنیا کا ایک مقبول ترین مذہب ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کے معاملات میں قطب نما اور دوربین جیسے سائنسی آلات کا استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ موبائل سورج کی گردش کا حساب رکھ کر اس لئے چلے گا کہ مسلمانوں کے مذہب میں نماز کا وقت آفتاب کی گردش سے پوری طرح مربوط ہے۔

فلسطینی ڈاکٹر نوبل انعام کیلئے نامزد

یروشلم - نیوز پورٹل ینیٹ کے مطابق اسرائیلی فوج کے ذریعہ غزہ میں واقع اپنے گھر پر ہونے والی گولی باری میں تین بیٹیوں کو کھونے کے باوجود یہودی ملک کے ساتھ مفاہمت کی وکالت اور خود حادثہ کا صبر وتحمل کے ساتھ سامنا کرنے والے فلسطین کے ایک ڈاکٹر عزالدین ابوالعائش کو نوبل کمیٹی نے نوبل امن انعام کے لئے نامزد کیا ہے۔ اسرائیل نے بھی اس کا خیر مقدم کیا ہے۔ ڈاکٹر عزالدین کے مطابق اسرائیلی وزیر اویشاتی بریورمین نے فون پر انہیں مبارکباد دی۔

اسلام سے امریکہ کی جنگ نہیں

انقرہ - امریکہ کے صدر کا عہدہ سنبھالنے کے بعد پہلی بار ایک مسلم ملک ترکی کے دورے کے دوران امریکی صدر بارک حسین اوباما نے وہاں کی پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کبھی بھی اسلام کے خلاف برسرپیکار نہیں ہوگا۔ مسلم دنیا سے امریکہ کے رشتے صرف القاعدہ کی دشمنی کی بنیاد پر قائم نہیں ہوں گے بلکہ ہم باہمی اشتراک اور ایک دوسرے کا احترام کرنے کے ماحول میں تعلقات کو وسعت دینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کی تعمیر وترقی میں امریکی مسلمانوں کا بہت اہم کردار ہے۔ آج امریکہ میں بہت سے ایسے خانوادے ہیں جن کے کچھ ممبر مسلمان ہیں اور بہت سے ایسے امریکی ہیں جنہوں نے کسی مسلم ملک میں کافی وقت گزارا ہے۔ خود ان کا تعلق بھی ایسے ہی خاندان سے ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ امریکہ اسرائیل اور فلسطین کے نام کے دو ملک بنانے کے مقصد کی پرزور وکالت کرتا ہے جہاں دونوں امن وسلامتی کے ساتھ رہ سکیں۔

شمالی کوریا کا میزائل تجربہ

واشنگٹن - امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے کہا ہے کہ شمالی کوریا کی طرف سے میزائل کا داغا جانا سنگین مضمرات رکھتا ہے۔ جس کے جواب میں اولین قدم یہ ہونا چاہئے کہ اقوام متحدہ پوری طاقت کے ساتھ دوٹوک موقف اختیار کرے۔

اوبامہ کے بیان کا خیر مقدم

آستانہ - ایران کے صدر محمود احمدی نژاد نے تعلقات میں تبدیلی کے تعلق سے امریکی صدر بارک اوبامہ کے بیان کا خیر مقدم کیا ہے لیکن کہا ہے کہ ایران ان کے قول وعمل کو دیکھنے کا انتظار کرے گا۔ واضح رہے کہ گزشتہ دنوں امریکی صدر نے کہا تھا کہ وہ اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ بہتر تعلقات کے خواہاں ہیں لہٰذا دہائیوں پر محیط بے اعتمادی کے بعد تعلقات کو نئے سرے سے مرتب کیا جانا چاہئے۔

خبر ونظر

وہ ایک رپورٹر کا جوتا تھا

چدمبرم پر پھینکے گئے جوتے سے پیدا شدہ ردعمل کی نوعیت یہ ہے کہ واقعہ کی مذمت بھی کی جارہی ہے اور اسے غم وغصے کا اظہار قرار دے کر کسی حد تک حق بجانب بھی بتایا جارہا ہے۔ لیکن واقعہ کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ ۷/اپریل کو وزیر داخلہ پر یہ جوتا ایک سِکھ نے پھینکا تھا جو ایک ہندی روزنامے کا رپورٹر ہے اور اپنی اُسی حیثیت میں وزیر داخلہ کی پریس کانفرنس میں شریک ہوا تھا۔ اسے طیش اس بات پر آیا تھا کہ چدمبرم ۱۹۸۴ء کے سِکھ مخالف فسادات کے ایک ملزم کو سی بی آئی کی طرف سے قصوروار نہ ٹھہرانے اور اسے دہلی کے ایک حلقے سے کانگریس کا امیدوار بنائے جانے سے متعلق سوال کا اطمینان بخش جواب نہیں دے سکے تھے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک جرنلسٹ کو اپنے ذاتی جذبات قابو میں رکھنے چاہئیں اس لئے کہ اس کا کام دیانتداری کے ساتھ حالات وواقعات کی رپورٹنگ کرنا ہے۔ اپنے پیشے میں اسے غیر جانبدار اور غیر جذباتی ہونا چاہئے۔ پتہ نہیں یہ محض اتفاق ہے یا رپورٹر جرنیل سنگھ کو تحریک اُسی سے ملی ہے کہ گزشتہ ۱۵/دسمبر کو بغداد کی پریس کانفرنس میں امریکی صدر بُش پر جوتا پھینکنے والا منتظر زیدی بھی جرنلسٹ ہے اور اس نے بھی یہ حرکت مشرق وسطیٰ میں امریکی پالیسیوں کے خلاف غم وغصے کے اظہار کے طور پر کی تھی۔ اُس وقت بھی بعض ناصحین نے یہی کہا تھا کہ صحافیوں کو ذاتی جذبات اور ذاتی پسند وناپسند سے بالاتر ہونا چاہئے۔

مشورہ دینے والوں کو ایک مشورہ

"کچھ لوگوں" اور "بعض ناصحین" کا مشورہ بجا اور بالکل درست ہے۔ لیکن کیا اچھا ہوتا اگر وہ یہ مشورہ ان رپورٹوں اور اینکروں کو بھی دیتے جو کم از کم دہشت گردی، انتہا پسندی اور مذہبی امور میں غیر جانبدار نہیں رہتے۔ ایک خاص ذہن سے رپورٹنگ کرتے ہیں، ٹی وی پروگرام ایک مخصوص زاویہ نظر سے پیش کرتے ہیں۔ "اسلامی دہشت گردی" کا وجود ثابت کرنے کے لئے رپورٹنگ کا جو طوفان بدتمیزی گزشتہ دس برسوں سے آیا ہوا ہے، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اُس میں دیانتداری، غیر جانبداری اور حقیقت جوئی کا ذرا سا بھی عنصر شامل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ شہریوں کے ایک خاص طبقے کو ہراساں اور اس کے دین کو بدنام کرنے کے لئے پولیس اور نام نہاد خفیہ ایجنسیوں کے ساتھ ہندوستانی میڈیا بھی مصروف ہے۔ بلکہ صورت یہ ہے کہ پولیس اور خفیہ ایجنسیاں کسی کو ہدف بنا کر اپنی خفیہ رپورٹوں میں کچھ اشارے دیتی ہیں، پھر ان کی بنیاد پر یہ میڈیا بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کرتا ہے۔ سرکاری ایجنسیوں کی مضحکہ خیز اسٹوریوں کو چیلنج کرنے کی بجائے یہ رپورٹر انہیں مزید سنسنی خیز بنا کر آگے بڑھاتے ہیں۔

میڈیا جانب دار ہے

اور دہشت گردی، انتہا پسندی اور مذہبی امور ہی کیوں؟ میڈیا کے اکثر رپورٹر اور اینکر ہر معاملے میں جانبدار واقع ہوئے ہیں۔ ہر رپورٹر کا اپنا سیاسی ذہن اور سماجی زاویہ ہوتا ہے۔ اور وہ اُسی لحاظ سے حالات وواقعات کی رپورٹنگ کرتا ہے۔ اور جب کبھی یہ رپورٹر کسی معاملے میں بے نقاب ہوجاتے ہیں تو یہ "ناصحین" یہ کہہ کر ان کا دفاع کرتے ہیں کہ "آخر یہ جرنلسٹ اور صحافی بھی سماج کا حصہ ہیں، ان کے اپنے بھی جذبات واحساسات ہوتے ہیں۔" چلئے اگر بات یہیں تک ہوتی تو کسی حد تک قابل فہم تھی۔ لیکن اس سے آگے کا بگاڑ یہ ہے کہ یہ پیشہ ور گروہ بکاؤ مال ہے۔ اکثر جرنلسٹ سیاسی پارٹیوں اور لیڈروں سے بڑی بڑی رقمیں، سہولتیں اور قیمتی تحائف لے کر ان کے لئے کام کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ رپورٹر جو مسلم مخالف ذہن کے ساتھ کام کرتے ہیں، ان سنگھٹنوں کے زیر اثر ہوتے ہیں جن کے مالی وسائل کی کوئی حد نہیں —— ذاتی جذبات سے بالاتر رہنے کا مشورہ دراصل سبھی رپورٹوں کو دیا جانا چاہئے۔ چمڑے کے جوتے پھینکنے والوں کو بھی، جھوٹ اور بہتان کے جوتے پھینکنے والوں کو بھی۔ (پ ر)

انتخابات میں ذات پات کا کردار

ہمارے ملک میں ہونے والے عام انتخابات جن چیزوں کے لئے پہچانے جاتے ہیں یا جو چیزیں ان کی پہچان بن گئی ہے ان میں ذات پات کا رول نہایت اہم ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس کے بغیر الیکشن کا تصور کرنا محال ہے، اسی لحاظ سے ہندوستان میں ہونے والے انتخابات خواہ وہ پارلیمانی انتخابات ہوں یا اسمبلی کے انتخابات اپنی ایک انفرادیت رکھتے ہیں۔ سیاسی عمل کے لئے اس کو غلط بلکہ مہلک بھی کہا جاتا ہے اور ایسا کہنے والوں میں سیاسی پارٹیاں بھی شامل ہیں مگر وہ اس کا خیال رکھنے کے لئے خود کو مجبور بھی پاتی ہیں۔ سیاسی تجزیے بھی اس اعتبار سے کئے جاتے ہیں۔ سیاسی پارٹیوں کی کارکردگی کا جائزہ بھی اس لحاظ سے لیا جاتا ہے اور ان کی متوقع کامیابی کا اندازہ بھی اسی بنیاد پر قائم کیا جاتا ہے۔ اور بغیر کسی تردد کے یہ بتایا جاتا ہے کہ کسی پارٹی کو مختلف ذاتوں کا کتنا فی صد ووٹ ملا، بعض پارٹیوں کی پہچان بھی اسی لحاظ سے بنی ہے۔ مثلاً بعض پارٹیوں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ ذات والوں کی پارٹیاں ہیں اگر اس معاملہ میں رعایت سے کام لیا گیا تو اتنی بات کہنے میں تو کوئی بھی باک نہیں محسوس کرتا کہ فلاں فلاں پارٹی اعلیٰ ذات والوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے کام کرتی ہے۔ جب کہ بعض دوسری پارٹیوں کے بارے میں یہ کہا اور سمجھا جاتا ہے کہ وہ پسماندہ طبقات کی بھلائی اور ان کے مفادات کے تحفظ کے لئے کام کرنے والی پارٹیاں ہیں۔ اسی طرح بعض پارٹیاں ایسی ہیں جن کے بارے میں یہ کہا اور سمجھا جاتا ہے کہ وہ دبے کچلے اور انتہائی پسماندہ طبقات کی پارٹیاں ہیں اور خود انہوں نے بھی اپنا تعارف اس طرح کرایا ہے۔ یعنی یہاں بعض پارٹیاں "سورنوں" کی ہیں تو بعض "اورنوں" کی ہیں۔ یہ زمانۂ قدیم سے ہوتا چلا آرہا ہے یعنی جب سے ملک میں پارلیمانی جمہوریت کا تجربہ شروع ہوا ہے اور یہ ایک باقاعدہ فکر بن گئی ہے۔ ایک طرح سے دستور نے بھی اس فکری رجحان کو سند جواز فراہم کردی ہے۔ اس لئے کہ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں کم از کم مندرجہ فہرست ذاتوں اور قبائل کے لئے نشستیں محفوظ ہیں اور دستور نے افراد کی درجہ بندی انہی بنیادوں پر کی ہے۔ واضح رہے کہ دستور نے جہاں ہندوستانی شہریوں کو مندرجہ فہرست ذاتوں اور قبائل کے خانوں میں تقسیم کیا ہے وہیں اس نے پسماندہ طبقات کا ایک درجہ بھی بنایا ہے۔ گویا اس نے ذات پات کی بنیاد پر ان باتوں کی تقسیم کے تصور کو نہ صرف باقی رکھا ہے بلکہ اس کو بڑھا دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سیاسی پارٹیاں بھی جب اپنے امیدواروں کی فہرست بناتی ہیں تو اس کو ملحوظ رکھتی ہیں اور جب پارٹیوں کی کامیابی وناکامی کا جائزہ لیا جاتا ہے تب بھی اس کا خیال رکھا جاتا ہے اور متوقع کامیابی وناکامی کا اندازہ قائم کیا جاتا ہے۔ تب بھی اس نقطۂ نظر کو سامنے رکھا جاتا ہے۔

الیکشن کی تاریخوں کے قریب آنے کے ساتھ ساتھ جائزے، تجزیے، تبصرے اور اندازے قائم کرنے کا سلسلہ شروع ہوچکا ہے۔ یہ جائزے مختلف پہلوؤں سے لئے جارہے ہیں ان میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کون سی پارٹی کن طبقات میں زیادہ مقبول ہے اور کس کی گرفت کہاں کمزور ہے۔ گویا کس طرح کس پہلو سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ کانگریس کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ یہ مذہبی رواداری پر یقین رکھنے والی پارٹی ہے۔ یہ دبے کچلے افراد کے مفادات کا خیال رکھنے اور ان کے تحفظ کے لئے کام کرنے والی سیاسی جماعت ہے۔ جب کہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ اعلیٰ ذات والوں کی سیاسی جماعت ہے۔ اس طرح سماج وادی پارٹی، راشٹریہ جنتا دل، بہوجن سماج پارٹی، وغیرہ کی اپنی ایک پہچان ہے۔ اس لحاظ سے ان کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا رہا ہے اور آئندہ بھی ان کی متوقع کارکردگی کو اس نقطۂ نظر سے دیکھنے کی کوششیں ہورہی ہیں جو ہوتی رہیں گی۔ اس لئے کہ جب ایک مضبوط، مستحکم اور قانونی بنیاد موجود ہے تو اس کو غلط بھی نہیں کہا جاسکتا، پارٹیاں اپنے امیدواروں کے انتخاب میں بھی اس کا خیال رکھتی ہے۔ ان کو اس سے کوئی روک بھی نہیں سکتا۔ حلقہ ہائے انتخاب کو متعین کرنے میں بھی اس کا خیال رکھا جاتا رہا ہے۔ کیونکہ پارلیمانی اور اسمبلی دو حلقوں کی یقیناً انہی بنیادوں پر کی گئی ہے۔ فی الحال یہ مندرجہ فہرست ذاتوں اور قبائل کی حد تک محدود ہے۔ یعنی پارلیمنٹ میں اسمبلیوں میں مندرجہ فہرست ذاتوں اور قبائل کے لئے نشستیں محفوظ ہیں۔ ایک حالیہ جائزے میں اس لحاظ سے مختلف سیاسی جماعتوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ ۲۰۰۴ء کے الیکشن میں کارکردگی کا جائزہ پارلیمنٹ میں مجموعی طور پر ۱۲۰ نشستیں محفوظ ہیں ان میں سے مندرجہ فہرست ذاتوں کے لئے ۷۹ اور مندرجہ فہرست قبائل کے لئے ۴۱، آندھرا پردیش کی ۴۲ میں سے آٹھ نشستیں محفوظ ہیں جن میں چھ مندرجہ فہرست ذاتوں (ایس سی) کے لئے اور دو مندرجہ فہرست قبائل (ایس ٹی) ۲۰۰۴ء میں ان میں سے چھ کانگریس کے حصہ میں آئی تھیں ایک ٹی ڈی پی اور ایک سی پی ایم کو ملی۔ آسام میں ۱۴ میں سے مجموعی طور پر تین نشستیں محفوظ ہیں۔ (ایک ایس سی اور دو ایس ٹی) ان میں دو کانگریس اور ایک آزاد کو ملی تھی۔ بہار کی ۴۰ میں سے سات محفوظ ہیں۔ ساتوں ایس سی کے لیے ہیں۔ ان میں دو آر جے ڈی، دو لوک جن شکتی پارٹی، ایک ایک بی جے پی، کانگریس اور جنتا دل متحدہ کو ملی۔ جھارکھنڈ کی ۱۴ میں سے چھ محفوظ ہیں (ایک ایس سی اور پانچ ایس ٹی) ان میں تین کانگریس، دو جے ایم ایم اور ایک آر جے ڈی کو ملی۔ گجرات کی ۲۶ میں سے چھ محفوظ ہیں (دو ایس سی اور چار ایس ٹی) ان میں سے تین کانگریس اور تین بی جے پی کو ملیں۔ ہریانہ کی دس میں سے دو محفوظ ہیں (چاروں ایس سی) دو بی جے پی ایک ایک کانگریس اور جنتا دل سیکولر کو، کیرل کی ۲۰ میں سے دو (ایس سی) ایک ایک سی پی آئی اور سی پی ایم، مدھیہ پردیش کی ۲۹ میں سے ۹ محفوظ (چار ایس سی پانچ ایس ٹی) ان میں آٹھ بی جے پی اور ایک کانگریس کو۔ چھتیس گڑھ کی گیارہ میں سے چھ محفوظ (دو ایس سی چار ایس ٹی) تمام بی جے پی کو۔ مہاراشٹر کی ۴۸ میں سے سات محفوظ (تین ایس سی، چار ایس ٹی) تین کانگریس دو شیوسینا ایک ایک بی جے پی اور آر پی آئی کو، اڑیسہ کی ۲۱ میں سے آٹھ محفوظ (تین ایس سی پانچ ایس ٹی) تین تین بی جے پی اور بی جے ڈی، ایک ایک کانگریس اور جے ایم ایم کو۔ پنجاب ۱۳ میں سے تین محفوظ (تینوں ایس

باقی صفحہ ۵ پر

بلا تبصرہ

سکھ مخالف فسادات اور گجرات میں (مسلمانوں کا) قتل عام ہمارے ملک کے زوال وانحطاط کی علامت ہیں۔ ہماری تفتیشی ایجنسیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ انسانیت کے خلاف ان بہیمانہ جرائم کے اصل اسباب کا پتہ لگائیں۔ بی جے پی کی جانب سے ورون گاندھی کی اندھی حمایت اور کانگریس کی جانب سے مسٹر ٹائٹلر جیسے امیدواروں کی نامزدگی یہ ظاہر کرتی ہے کہ ہمارے سیاسی رہنما خداترسی وانصاف پسندی جیسے جذبات سے بالکل عاری ہوچکے ہیں۔

راہل سین، ورنگل
ہندو، ۸/اپریل ۲۰۰۹ء

فاقہ کش عوام اور کروڑ پتی نمائندے

اڑیسہ میں کالا ہانڈی، بولنگیر، کوراپٹ (کے بی کے) علاقہ اڑیسہ ہی کے لئے نہیں پورے ملک کے لئے ایک شرمناک داغ ہے جہاں غربت، افلاس، بھکمری، قحط سالی کے باعث بچے بڑے ننگے بھوکے پھرنے اور فاقہ کشی کے طفیل مرنے تک پر مجبور ہیں۔ لوگ روزگار، دو وقت کی روٹی اور بھوک مٹانے یا پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے "کچھ" کی تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھرتے حتیٰ کہ نقل وطن کرکے ملک کے دوسرے علاقوں کا رخ کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ اڑیسہ کی کل ۳.۶ کروڑ آبادی میں سے ۱۹.۸ فیصد لوگ اس علاقے میں رہتے ہیں جبکہ اس علاقے کی ۸۷ فیصد آبادی سرکاری اعداد وشمار کے مطابق خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔

اسی بدحال جسم یا چہرے پر چند خوشحال لوگ چیچک کے داغوں کی طرح نظر آتے ہیں جن کی نمائندگی پارلیمانی واسمبلی الیکشن میں قسمت آزمائی کرنے کے لئے میدان میں اترنے والے امیدوار کررہے ہیں، جو کروڑوں روپے کے حساب سے ووٹوں کے نام پر لوگوں کے ضمیر خریدنے اور اخلاق وعادات وکردار خراب کرنے میں سرگرم ہیں۔ اگرچہ قانون بنا کر الیکشن میں خرچ کی حد بندی کردی گئی ہے جس کے لئے الیکشن کمیشن طرح طرح کی تدابیر بھی کرتا ہے۔ شاہد مقرر کرکے الیکشن مصارف کا تخمینہ حاصل کرتا رہتا ہے۔ کاغذات نامزدگی کے ساتھ امیدوار سے اپنی مالیت اور پراپرٹی کے بارے میں حلف نامہ جمع کراتا ہے۔ جھنڈے، بینر، گاڑیوں لاؤڈ اسپیکروں، اسٹیجوں، پوسٹروں، اشتہاروں وغیرہ کی تفصیلات حاصل کرکے ان پر ہونے والے مصارف پر نظر رکھتا ہے۔ خود ہر امیدوار کے حریف جاسوسوں کی طرح نظر رکھتے اور بڑھ چڑھ کر شکایتیں کرتے ہیں۔ الیکشن کے بعد بھی الیکشن میں ہونے والے مصارف کی تفصیلات جمع کرائی جاتی ہیں۔ ان تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود نقد کی شکل میں اور دوسرے طریقوں سے ووٹروں اور حلقہ کے با اثر لوگوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس پر کوئی کہاں تک نظر رکھ سکتا ہے۔ جب کہ دینے دلانے پر مذکورہ بالا امور سے کہیں زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ اس دینے دلانے کو پکڑ پانا آسان نہیں ہے۔ کوئی امیدوار اپنی ناتجربہ کاری سے ہی یا لینے اور دلانے والوں کی بے وفائی سے ہی پکڑ میں آسکتا ہے۔

چنانچہ باخبر ذرائع کے مطابق بعض مقامات پر اور بعض امیدوار اسمبلی الیکشن میں کروڑوں روپے خرچ کردیتے ہیں ایسے لوگ پارلیمنٹ کے الیکشن میں کتنا خرچ کرتے ہوں گے سمجھنا ناقابلِ فہم نہیں ہے۔ اس کام کے لئے ایک نمبر سے زیادہ دو نمبر کی دولت استعمال کی جاتی ہے اور لکشمی کی پوجا اور دولت کی پرستش کرنے والوں کے لئے دو نمبر کے راستے ہر وقت ہر جگہ کھلے ہوئے موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ ملک وقوم اور حکومت مقروض ہیں جب کہ ایک ایک فرد اس ملک میں ایسا موجود ہے کہ تن تنہا حکومت کا سارا قرض ادا کرسکتا ہے چند افراد یا کارپوریٹر پوری حکومت کا خرچ سنبھال سکتے ہیں مگر وہ سب کچھ دو نمبر کا ہے جس کے لئے سوئزرلینڈ اور دوسرے ممالک کے بنکوں کے دروازے بہت بڑے پیمانے پر کھلے ہوتے ہیں اس طرح بھارت کی دولت سے دوسرے ملک فائدہ اٹھاتے، فیضیاب اور مستفید ہوتے ہیں۔ مگر بھارت پر قرضوں کا بوجھ بڑھتا جاتا ہے اور کالا ہانڈی، بولنگیر اور کوراپٹ کے لوگ ننگے بھوکے کھلے آسمان کے نیچے تڑپتے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے رہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اشیاء اپنی اضداد سے پہچانی جاتی ہیں ننگے بھوکوں کے وجود سے ہی تو سرمایہ داروں کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ بات

باقی صفحہ ۵ پر

گوانتاناموبے کا محافظ

خدیجہ سراج

> ہولڈ بروک ان قیدیوں کے اعتماد سے بڑا متاثر تھا۔ اپنے اللہ پر اعتماد، اپنے عقیدے پر اعتماد، اپنے کام پر اعتماد......ان حالات میں بھی جب ان کے درمیان رابطے کا فقدان تھا، لیکن وہ اس جستجو میں ہوتے تھے کہ اپنے ساتھی کی خیریت معلوم کریں، کسی طرح ان کے کام آسکیں، خود مشکل میں تھے لیکن دوسروں کو مشکل میں راحت دینے کے لئے کوشاں تھے۔ حالانکہ ان کی حالت خود ایسی تھی کہ کوئی ان کی مدد کرتا۔

امریکن فوج کا تربیت یافتہ فوجی ٹیری ہولڈ بروک ''گوانتاناموبے'' میں چھ ماہ سے زائد گارڈ کے فرائض ادا کرتا رہا۔ ایک رات جب وہ اپنے فرائض انجام دے رہا تھا اس نے اپنی زندگی کو تبدیل کرنے والا مکالمہ کیا۔ وہ قیدی نمبر ۵۷۰ کا پہریدار تھا۔ یہ قیدی ''جنرل'' کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ یہ ۲۰۰۴ء کی بات ہے۔ ہولڈ بروک کی اس مقام پر تعیناتی کو تین ماہ ہوچکے تھے۔ اس کی تعیناتی ۴۶۳ ویں ملٹری پولیس کمپنی کے ساتھ تھی۔ اس وقت تک وہ ڈیوٹی کا بیشتر حصہ عام سی ڈیوٹی دیتے ہوئے گزارتا تھا۔ اس کے فرائض میں قیدیوں کو تحقیقات کے لئے بحفاظت لے جانا، ان کو اپنے قید خانوں میں مستقلاً جگہ تبدیل کراتے رہنا تاکہ وہ آپس میں رابطہ نہ رکھ سکیں۔ لیکن درمیانی رات کا حصہ جس میں سستی اور تھکان غالب آتی ہے، ہولڈ بروک بھی کسی قیدی کی بیرک کے ساتھ موٹی جالی پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر دوسری طرف موجود قیدی سے باتیں کرنے لگا، یوں وقت گزرتا رہا۔

ان گفتگوؤں نے ہولڈ بروک کے ''جنرل'' (جس کا اصلی نام احمد الراشدی تھا) سے تعلق کو گہرا بنا دیا۔ رات گئے کی باتوں نے قید اور قیدیوں کے بارے میں اس کے خیالات کو تبدیل کرکے رکھ دیا۔ اسے اپنی زندگی کے بارے میں بھی عجیب سے خیالات آنے لگے۔ جلد ہی اس نے عربی اور اسلام کے بارے میں کتب کے متعلق جاننا چاہا۔ اس کی طلب کو دیکھتے ہوئے ہی الراشدی اس سے گفتگو کرتا تھا۔ یہ اوائل ۲۰۰۴ء کی بات ہے جب ایک رات کی ملاقات میں ہولڈ بروک نے الراشدی سے ''شہادت'' کا مطلب پوچھ لیا۔ کہنے کو ایک سطری جملہ تھا لیکن یہ ایک سطری جملہ ہی تبدیلی کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔ اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہ جملہ داخلی دروازے کا کام کرتا ہے۔ زندگیوں کو تبدیل کردیتا ہے، سوچ کے محور کو بدل دیتا ہے۔ وہ جملہ ''کوئی خدا نہیں سوائے ایک اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں''۔

ہولڈ بروک نے قلم اور کارڈ کے ایک ٹکڑے کو موٹی جالیوں کے سوراخ سے اندر ڈالا اور الراشدی سے کلمہ شہادت کا انگریزی ترجمہ لکھنے کو کہا۔ اس پر اس کی تشفی نہ ہوئی تو اس نے عربی متن بھی لکھوایا۔ اس پر وہ کافی دنوں تک غوروفکر کرتا رہا اور آخر کار اس نے ان الفاظ کو زبان سے ادا کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ پھر اس کی زندگی میں تبدیلی کا مرحلہ آگیا۔ وہیں اس نے گوانتاناموبے کے کیمپ ''ڈیلٹا'' میں باآواز بلند وہ کلمہ دوہرایا۔

جب گوانتاناموبے کی تاریخ لکھنے والے اس عقوبت خانے کی تاریخ لکھنے لگے تو قیدیوں سے اذیت ناک سلوک اور پوچھ گچھ کی ظالمانہ تاریخ بھی رقم ہونے لگی۔ حالیہ ہفتوں میں ہولڈ بروک اور اس کے ساتھی گارڈ نے نیوز ویک کو متعین سپاہیوں کے قیدیوں کے ساتھ انسانیت سوز اور بہیمانہ تشدد کا احوال اپنے ایک انٹرویو میں بتایا۔ تشدد کا یہ کام صرف سپاہی نہیں کرتے تھے بلکہ ماہر نفسیات اور پوچھ گچھ پر مامور ادارے کے ارکان بھی کرتے تھے۔ اب جبکہ رازداری کی دھند چھٹ رہی ہے، ان عقوبت خانوں کی دوسری داستانیں بھی منظر عام پر آرہی ہیں جس میں قیدیوں اور محافظوں کے درمیان حیرت انگیز مکالمہ عقل کو حیران کردیتا ہے۔ وہ کس طرح کے لوگ تھے جو قید میں تھے لیکن ذہن کے دریچے کھلے رکھے تھے اور اپنی بات کو پہنچا کر ہی دم لیا۔ ان گفتگوؤں کے عنوانات بہت عام سے تھے جو کہ ایک عام امریکی نوجوان کی خواہش ہوتی تھی۔ اس میں سیاست، دین، حتیٰ کہ موسیقی تک پر بات ہوتی تھی۔ ان گفتگوؤں کا اثر یہ ہوا کہ ان محافظوں کے اندر کچھ اور جاننے کی تڑپ پیدا ہوئی۔ یہی تڑپ بسا اوقات ہمدردی میں بھی تبدیل ہوئی۔

''قیدی ان ہی محافظوں سے گفتگو کرتے تھے جن میں وہ نرم گوشہ پاتے تھے''۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو احمد الراشدی نے Email میں بتائے۔ یہ نوجوان آٹھ سال عقوبت خانے میں گزار کر ۲۰۰۷ء میں رہا ہوا۔ اس نے اپنے گھر سے نیوز ویک کو میل کی جس میں اس نے بتایا کہ ''ہم ہر چیز پر گفتگو کرتے تھے۔ عام سی چیزوں کے متعلق اور ان موضوعات پر جو ہم میں مشترک تھے''۔

الراشدی نے بتایا کہ ''ہولڈ بروک کا چیزوں کو پرکھنے کا انداز، تجزیہ اور تعبیروں کا انداز دیگر محافظوں سے جداگانہ تھا۔ اس نے عقوبت خانے کے اندر ان مکینوں کے سامنے ہی اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس پر عمل کرکے بھی دکھادیا۔ اس کے علاوہ بھی کئی ایک نے اپنا میلان اس جانب دکھایا''۔

الراشدی مزید لکھتا ہے: ''ہولڈ بروک تقابلی جائزے سے علمی گفتگو تک ہر چیز پر بات کرنا چاہتا تھا''۔ یہ اس بات کا اظہار تھا کہ قیدیوں اور محافظوں کے درمیان مستقلاً رابطہ تھا۔ ہولڈ بروک دیگر محافظوں سے مختلف تھا۔ جب اس کی بٹالین کو نائن الیون کے مقام پر دورے کے لئے لے جایا گیا تو اس کے متجسس ذہن نے اور سوالات کھڑے کرلئے۔ ان سوالات کے جوابات وہ خود ہی تلاش کرتا رہا۔ آخر کار ہولڈ بروک اس نتیجے پر پہنچا کہ ''بش انتظامیہ کہیں نہ کہیں اس سازش میں شریک ہے''۔

ہولڈ بروک کی تعیناتی جب اس مقام پر ہوئی تو اس کے اور دیگر محافظوں کے خیالات میں یکسر ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ اس وقت اس کے خیال میں یہ قیدی ''بدترین لوگ'' تھے۔ لیکن اس وقت میں اور اب میں بہت تبدیلی آگئی ہے۔

اسپیشلسٹ برائڈن نیلی اس وقت وہاں موجود تھا جب پہلا قیدی وہاں لایا گیا تھا۔ اس نے نیوز ویک سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے خیالات وہی تھے جو بش انتظامیہ کے تھے، لیکن یہ سوچ جلد ہوا میں تحلیل ہونے لگی۔ ان محافظوں نے یہ سوال کھڑا کرنا شروع کیا کہ ''ان قیدیوں کے ساتھ اتنا بدترین تشدد کیوں کیا جارہا ہے؟ اگر یہ مجرم ہیں تو انہیں مروجہ سزا کیوں نہیں دی جاتی''۔

نیلی بھی بعد میں مسلمان ہوگیا۔ اس نے بتایا کہ وہ رجیل احمد نامی قیدی سے بڑی لمبی گفتگو کرتا تھا۔ ایک اور محافظ کرسٹوفر ایرنڈے نے یورپ کا سفر کیا تاکہ سابق یورپین قیدی سے مل کر اس قید خانے کے بارے میں آگہی حاصل کرے اور دنیا کو اس کا گھناؤنا چہرہ دکھا سکے اور رائے عامہ کے بااثر حلقوں کو جھنجھوڑ سکے۔ ہولڈ بروک نے اپنے بارے میں بتایا کہ اس کے والدین کے آپس میں جھگڑے ہوتے تھے اور نتیجہ علیحدگی پر ہوا۔ اسی وجہ سے وہ بھی کثرت سے شراب نوشی کیا کرتا تھا۔ ۲۰۰۲ء میں جب وہ فوج میں شامل ہوا تو ہپی ازم سے متاثر تھا۔ کان کی لو پر چھید کروایا ہوا تھا۔ وحشت ناک فلموں کا شوقین تھا اور کلائی سے کندھے تک Tatoo بنوایا ہوا تھا۔ یہ وہاں کے لاابالی نوجوانوں کی نشانی تھی۔ یعنی بے مقصد زندگی گزارنے والے نوجوان اپنے آپ کو اس طرح کی مشغولیات میں الجھا کر رکھتے تھے۔

ہولڈ بروک یکسوئی کی تلاش میں تھا۔ سکون حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اسی وجہ سے جب فوج سے پہلی چھٹی ملی تو ایک خاتون سے رابطے میں آگیا جس سے اس کی منگنی ہوگئی حالانکہ رابطے کو صرف آٹھ دن ہوئے تھے۔ آخر تین مہینے بعد اس نے اس سے شادی کرلی۔

گوانتاناموبے میں تعیناتی سے قبل اسے مذہب کے بارے میں کچھ خاص جانکاری نہ تھی۔ لیکن وہاں پر موجود قیدیوں کے اعتماد، مذہب سے لگاؤ اور وابستگی نے اسے بے حد متاثر کیا۔ اس کا بعد میں کہنا تھا: ''امریکیوں کی بڑی تعداد خدا کو بھول چکی ہے لیکن یہ قیدی تو اپنے اللہ کی عبادت میں حد درجہ منہمک ہوتے ہیں اور اس بارے میں بڑا خیال رکھتے ہیں''۔

ہولڈ بروک ان قیدیوں کے اعتماد سے بڑا متاثر تھا۔ اپنے اللہ پر اعتماد، اپنے عقیدے پر اعتماد، اپنے کام پر اعتماد، ان حالات میں بھی جب ان کے درمیان رابطے کا فقدان تھا، لیکن وہ اس جستجو میں ہوتے تھے کہ اپنے ساتھی کی خیریت معلوم کریں، کسی طرح ان کے کام آسکیں، خود مشکل میں تھے لیکن دوسروں کو مشکل میں راحت دینے کے لئے کوشاں تھے۔ حالانکہ ان کی حالت خود ایسی تھی کہ کوئی ان کی مدد کرتا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے قیدیوں کے لباس سے اور جائے نماز سے دھاگہ نکالتے، اسے جوڑ کر لمبی ڈوری کی شکل دے لیتے۔ ان دھاگوں کی ڈوری سے وہ ایک سیل سے دوسرے سیل میں قید ساتھیوں کی خیریت لیتے، ان کا حوصلہ بڑھاتے اور روزمرہ کی ضرورتوں پر مشورہ دیتے۔ ایک اور مثال سے آپ کو ان کے بلند حوصلوں کا پتہ چل جائے گا۔ ایک قیدی جس کی جلد پر جلن اور خارش ہوگئی تھی اس نے اپنے ملنے والے مکھن کے حصے سے تیل نکالا اور اس تیل کو اپنی خارش زدہ جلد پر لگا کر اطمینان اور سکون حاصل کیا۔

احمد الراشدی نامی قیدی، ہولڈ بروک کی خاص توجہ کا مرکز تھا۔ وہ مراکشی قیدی اٹھارہ سال تک برطانیہ میں ایک ادارے کا سربراہ تھا۔ ستمبر ۲۰۰۱ء میں ایک بزنس کے سلسلے میں پاکستان آیا اور وہاں سے وہ افغانستان گیا، جہاں وہ شمالی اتحاد والوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ جنھوں نے اسے پانچ ہزار ڈالر کے عوض امریکیوں کو فروخت کردیا۔ گوانتاناموبے میں اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے القاعدہ کے ٹریننگ کیمپ میں تربیت حاصل کی ہے۔ بھلا ہو اخبار لندن ٹائمز کا جس کی تحقیق اور آواز بلند کرنے کے نتیجے میں ۲۰۰۷ء میں اس کی بے گناہی ثابت ہوئی اور اسے رہائی نصیب ہوئی۔

الراشدی نے بتایا کہ میں وہ رات نہیں بھول سکتا جب ہولڈ بروک نے قبول اسلام کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے قبول اسلام سے قبل عیسائیت اور مسلمانوں کے عقیدے کا بہت گہرائی سے مطالعہ کیا اور پھر فیصلہ کیا زندگی کو بدلنے کا، نئی زندگی کی شروعات کرنے کا۔ الراشدی نے اسے آنے والے چیلنجوں سے بھی آگاہ کیا اور اس راہ کی مشکلات سے بھی۔ لیکن ایمان تو گھر کرچکا تھا۔ یوں وہ ہولڈ بروک سے ''مصطفیٰ'' بن گیا۔ رب کو پیارا ہوگیا۔

مصطفیٰ بننے کے بعد اس نے اپنے ایمان کو چھپانا مناسب نہ سمجھا کہ حق کوئی چھپانے کی چیز نہ تھی۔ وہ کھلے عام قرآن اور اسلامی کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔ مصطفیٰ نے اپنے ساتھیوں کو بھی وہ کتابیں دکھائیں جن سے اسے قبول اسلام میں مدد ملی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد مصطفیٰ کو اپنے ہی ساتھیوں کے تشدد کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ ایک دفعہ اس کا گروپ لیڈر اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ اسے اپارٹمنٹ کے پچھلے حصے میں لے گیا جہاں اس پر مکوں کی بارش کی گئی۔ مصطفیٰ نے قبول اسلام کے بعد خلیج گوانتانامو میں خاموش زندگی گزارنی شروع کی اور اپنے آپ کو ہر چیز سے علیحدہ کرلیا۔

گارڈ کے اسلام لانے کا یہ ایک واقعہ ہی نہیں تھا۔ ایک اور نومسلم گارڈ جس کا پرانا نام کیپٹن جیمز تھا، کو بھی اسلام لانے کے جرم میں گرفتار کیا گیا، مقدمہ قائم کیا گیا۔ لیکن بعد میں وہ جھوٹا مقدمہ واپس لینا پڑا۔ نیوز ویک سے بات کرتے ہوئے الراشدی نے آزادی کے بارے میں بتایا کہ شروع میں جب قید سے نکل کر آیا تو آزادی بھی بڑی مشکل لگ رہی تھی، یعنی بیڑیوں کے بغیر چلنا اور تیز لائٹ کے بغیر سونا۔

یہ داستان نیوز ویک میں شائع ہونے والے مضمون کی تھی جس میں مصطفیٰ نے ایمان لانے کے واقعے کو زندہ کیا اور ہمیں بھولا ہوا سابق یاد دلایا۔ الراشدی کا پیغام ہے کہ حالات خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں دعوت پر یقین ہی اصل منزل ہے۔ دعوت کو پہنچانا ہے خواہ کفار کی قید میں ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں اسلوب بدل جاتا ہے، اطوار بدل جاتے ہیں۔ تمہیں بیج ڈالتے رہنا ہے، جس کی زمین ہے وہ خود اس میں برگ وبار لائے گا۔ دنیا کے ہر خطے میں ''ہولڈ بروک'' جیسے لوگ موجود ہیں۔ ہاں ہمیں الراشدی کا کردار ادا کرنا ہے۔ آیئے اپنا کردار ادا کرنے کے لئے تیار ہوجائیں۔

●●

پوپ بینڈکٹ پر یورپ میں شدید تنقید

منظور جنجوعہ (پیرس)

مسلمانوں کے مذہبی رہنماؤں کے دیئے گئے فتوؤں کا مغرب میں بڑا چرچا رہتا ہے۔ آئے روز کسی نہ کسی متنازعہ موضوع پر مسلمانوں کے غیر معروف مذہبی رہنماؤں سے بیان لے کر اسے فتویٰ قرار دے کر مسلمانوں اور اسلام پر سخت تنقید کی جاتی ہے۔ یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ جس شخص سے فتویٰ منسوب کیا جارہا ہے اسے فتویٰ جاری کرنے کا حق حاصل ہے بھی یا نہیں۔ یورپ میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جنہیں علم ہے کہ امام کعبہ کی طرف سے بہت کم فتوے جاری کئے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کو مغربی میڈیا اور دانشوروں کی طرف سے مسلسل تنقید کا سامنا رہتا ہے۔ دوسری طرف کیتھولک عیسائیوں کی سب سے بڑی روحانی شخصیت پوپ بینڈکٹ جب سے پوپ کے منصب پر فائز ہوئے ہیں، وہ کئی بار ایسی باتیں کرچکے ہیں جن سے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی دلآزاری ہوچکی ہے۔ وہ ہر چوتھے پانچویں مہینے کوئی نہ کوئی ایسی بات کردیتے ہیں جس سے وہ رفتہ رفتہ متنازعہ مذہبی شخصیت بنتے جارہے ہیں۔ اب تک انھوں نے جو کچھ کہا اس پر مسلمانوں کی طرف سے تنقید کی گئی لیکن مغربی دانشوروں کی طرف سے انہیں نرم گوشہ میسر آیا۔ حال ہی میں رومن کیتھولک کے روحانی پیشوا پوپ بینڈکٹ افریقی ممالک کے ایک ہفتے کے دورے پر گئے جہاں کیمرون کے دورے کے دوران انھوں نے کہا کہ ایڈز جیسی موذی بیماری کو وسائل سے کنٹرول نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی فیملی پلاننگ کے رائج طریقوں سے کنٹرول کیا جاسکتا ہے بلکہ مانع حمل اشیاء کی مفت تقسیم سے ایڈز میں اضافہ ہوا ہے۔ پوپ بینڈکٹ کے اس بیان پر یورپ بھر میں سخت تنقید کی جارہی ہے۔ کئی خواتین کے حقوق کے لئے جدوجہد کرنے والی این جی اوز پوپ کے بیان پر سراپا احتجاج ہیں۔ ڈاکٹروں کی تنظیمیں بھی پوپ کے خیالات کو عوامی صحت سے کھیلنے کے مترادف قرار دے رہے ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں بھی سخت غم وغصے کا اظہار کررہی ہیں۔

افریقی ممالک کے دورے کے دوران انگولا میں کیتھولک چرچ کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے پوپ بینڈکٹ نے گلوبلائزیشن کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا اور اسے غربت کے خاتمے میں رکاوٹ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں غربت کے خاتمے کے لئے بھائی چارے کو فروغ دینا ہوگا۔ ایک دوسرے کی ضرورتوں پر توجہ دینی ہوگی۔ افریقہ میں پوپ بینڈکٹ نے جنگ وجدل، سول نافرمانی، بدامنی، کرپشن اور غربت کو بڑے مسائل قرار دیا۔ پوپ بینڈکٹ نے اپنے پیروکاروں سے کہا کہ اسقاط حمل سے معاشرے اور خاندانی نظام کی تشکیل کو خطرات لاحق ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کچھ کیتھولک رہنما اسقاط حمل پر یہاں تک کہہ چکے ہیں کہ جنسی زیادتی سے اسقاط حمل بڑا جرم ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پوپ بینڈکٹ نے کوئی نئی بات نہیں کی، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت افریقہ کے کئی علاقوں میں جنگیں اور سول نافرمانی کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ جنگی حالات اور سول نافرمانی کی تحریکوں کے دوران فوجیوں کی طرف سے ہزاروں خواتین سے جنسی زیادتی کے بہت سارے واقعات سامنے آئے ہیں۔ فوجیوں کی طرف سے زیادتی کا نشانہ بننے والی یہ خواتین ذہنی اور جسمانی دباؤ کا شکار ہیں اور ان کو ایسے واقعات کے بعد فیملی کی طرف سے قطع تعلقی کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا ہے۔ اگر ان خواتین کو اسقاط حمل کی اجازت نہ ہو تو پھر وہ زندگی کے خاتمے کی طرف بڑھیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ افریقی ممالک کی یونین نے ۲۰۰۳ء میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ زبردستی کے کیسوں میں عورتوں کو اسقاط حمل کا حق اور میڈیکل کی سہولتیں ہونی چاہئیں۔

فرانس کی سوشلسٹ پارٹی کے آفس سے جاری ہونے والے ایک بیان میں پوپ بینڈکٹ کے خیالات کو غیر انسانی اور قابل مذمت قرار دیا گیا ہے۔ سوشلسٹ پارٹی کا موقف ہے کہ پوپ نے افریقہ کے جنگی حالات کو نظرانداز کرتے ہوئے یہ بیان دیا ہے جس سے خواتین کے مسائل میں اضافہ ہوگا۔ افریقہ میں عیسائیت کے ماننے والے اور پوپ کی بات سننے والوں کی بہت بڑی تعداد ہے اس لئے ہمیں ان کے بیان کی مذمت کرنے کے لئے مناسب الفاظ نہیں مل رہے۔ بیان میں یہ بھی کہا گیا کہ پوپ کی طرف سے فیملی پلاننگ کے طریقوں کو ایڈز میں اضافے کا باعث قرار دینا مجرمانہ فعل ہے کیونکہ ہر ذی شعور یہ جانتا ہے کہ دنیا میں ایڈز نے کتنی تباہی پھیلا رکھی ہے۔ عورتوں کی زندگیوں کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ اسقاط حمل کی اجازت ہو اور نس بندی اور منصوبہ بندی کے رائج جدید طریقوں کو وسیع پیمانے پر پھیلایا جائے۔ افریقہ میں ۲۲ ملین سے زائد افراد ایڈز کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ ویٹی کن کی طرف سے جاری کردہ ایک رپورٹ کے مطابق افریقہ میں عیسائیت بڑھ رہی ہے۔ ۱۹۷۸ء میں افریقہ میں کیتھولک عیسائی بارہ فیصد تھے جو اس وقت بڑھ کر سترہ فیصد ہوچکے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ پوپ بینڈکٹ افریقی ممالک کی خامیاں اور خوبیاں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ افریقہ میں غربت، کرپشن، ایڈز اور عیسائیت میں اضافہ ہورہا ہے۔ مغرب میں آزادی کا یہ معیار قائم ہوچکا ہے کہ جنسی بے راہ روی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جسم اپنا اور مرضی بھی ہماری اپنی ہے۔ کسی کو اس میں مداخلت کرنے کا حق نہیں۔ پوپ بینڈکٹ نے مغربی سیکولر عوام کی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ کر اپنے لئے تنقید کے دروازے کھول لئے۔

پوپ کے افریقی دورے کے دوران دیئے جانے والے بیانات اور خطابات پر فرنچ فارن آفس کا کہنا ہے کہ ایڈز کی روک تھام کے لئے اور فیملی پلاننگ کے جدید طریقے سب سے اہم ہیں۔ ہمیں کیتھولک عیسائیوں کے مذہبی عقائد پر رائے زنی نہیں کرنی ہے لیکن اس طرح کے خیالات عوام کی صحت سے کھیلنے کے مترادف ہیں اور عوام کی صحت کی حفاظت ہماری ذمہ داری

باقی صفحہ ۸ پر

انّا اعطینٰک الکوثر

ظفر عاقل، نظام آباد

زائد از چودہ سو سال کے طلوع وغروب آفتاب وقمر نے اگر کسی عقدہ کی گرہ کشائی وضیاء پاشی کی ہے تو وہ یہ ہے کہ صاحب الکوثرؐ (انا اعطینک الکوثر) کی مدح سرائی میں ایک زمانہ زبانِ حال وقال سے رطب اللسان رہا ہے اور صورتحال اس کے بعد بھی ''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا'' کا مصداق بنی ہوئی ہے۔ اس دوران بالعموم اور ان دنوں بالخصوص کئی علم وتعلیم کے جز کٹے (انّ شانئک ھو الابتر) دعویدار لیکن حقیقت میں جہل مرکب کے شکار ضرور اس بات کی کوشش لاحاصل میں لگے رہے کہ کبھی ذات اقدسؐ کو کبھی کتاب مقدس پر نعوذ باللہ چھینٹا کشی کے ذریعے خود اپنے چہرے پر اپنے ہاتھوں سے اپنے فکروفہم کی کم ظرف سیاہی کی لیپاپوتی کرلیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ابوجہل وابولہب اور آل وائل مقام ومنصب اور شان وحیثیت محمدیؐ سے کسی بھی درجہ میں واقف ہی نہیں ہیں۔

ان بے ظرف مخالفین کو سردست حاشیہ پر رکھ چھوڑیں' کیا خود محبین ذات والاؐ کی یہ صورتحال نہیں ہے کہ بس اندھے کی محبت کا گمان اور ناواقف راہ کی انگل بازی کا احسان محسوس ہوتا ہے کیوں کہ زبان سے جس بلند وبالا کی محبت کا دعویٰ ہے اس سے ہی عملاً ناواقفیت کا کرب سوائے مدعی کے باقی سارے عالم رنگ وبو کو ستاتا رہتا ہے۔ ان کا حال یہ ہے کہ کبھی خود کے یا کبھی اپنے مخصوص گروہ یا اپنے آباواجداد کے مزعومہ فکر وقیاس وگمان کے پیچھے دوڑتے پھرتے ہیں۔ ان کی تبلیغ وتکفیر اور نشرواشاعت ہی کو عین ثواب اور حب نبوی کا حاصل گردان لیا جاتا ہے اور اپنے ظن وتقویم کے محدود دائرہ کے باہر کی ہر چیز کو تکفیر کے دار پر کھینچنا اور اس مزعومہ کار خیر کے لیے اجتماعی ہیت کی تشکیل کرنا نیز اس کے لیے صبح وشام کرنا ہی عین دین بنادیا جاتا ہے۔

حق یہ ہے کہ سیرت سرور عالمؐ کا ہر ایک گوشہ رہتی دنیا تک اللہ کو راضی کرنے کا ایک ہی راستہ ہے اسی لیے کہا گیا کہ ''وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔ الحشر ۷'' جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ''۔ تغیرات زمانہ نے نہ جانے کتنے شاہوں' حکمرانوں' تمدن وتہذیبوں' زبانوں اور ملکوں کو اتھل پتھل کرکے رکھ دیا ہے۔ آج کسی کا طوطی بولتا دکھائی دیتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ یہ وہ عروج ہے جس کو زوال نہیں' لیکن قدرت الٰہی کی ایک لہر ایسی آتی ہے کہ جو کچھ ہے وہ تہس نہس ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور شاہ، گدا' و گدا شاہ بن جاتے ہیں۔ وقت کے جباروں' فراعین ونمرودوں اور شدادوں کے لیے وقت کا ایک دورانیہ متعین ہوتا ہے اور پھر راستہ کشادہ کردیا جاتا ہے تاکہ گیتیٔ عالم پر دوسروں کو امتحانِ قیادت وحکمرانی کا موقع فراہم کیا جائے۔ دنیا نے اس سارے عرصے میں جس منبع رشد وہدایت سے راہ یابی کی روشنی حاصل کی ہے وہ رسالتِ محمدیؐ وسیرت طیبہ ہے کہ جس کو زوال نہیں بلکہ کمال حاصل ہے۔ لیکن کمال کے اس پہلو کے ادراک کے ساتھ ساتھ محبت وعشق کے لطیف ترین پہلو کا احتمال بھی ہے اور اکثر انسان اس کو عقیدت کے غلبۂ غلو کے زیر اثر صرف نظر کرتا اور گم کردہ راہ ہوجاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جہاں ذات اقدس کا اپنا ایک مقام ہے، وہیں پر سیرت مقدس کا بھی ایک پیغام ہے اور یہ ''مقام وپیغام'' جب مناسب ومطلوب تناسب میں باہم یک قلب ودو جان ہوجاتے ہیں تو رضائے الٰہی کی برسات سے بنجر وخشک وچٹیل ریگ زار بھی ہرے بھرے 'لہلہاتے' مُرقع مُرغزار بن جاتے ہیں۔ ذات وصفات کے اس حسین مرقع کو اسی لیے اُسوہ حسنہ قرار دیا گیا کہ انسان ایک بندۂ کامل بن کر اپنے رب کو راضی اور آخرت کی فلاح حاصل کرسکے۔ چنانچہ بعثت نبوی کا یہ ایک اہم مقصد ہے۔ چنانچہ اس سارے عرصے میں اور 'کل' قیامت کے وقوع پذیر ہونے اور اس کے بعد بھی اس خورشید رُشد وہدایت کو خالق کون ومکاں نے لازوال بنادیا ہے اور جب جب نسل انسانی ذات اقدس وسیرت طیبہ کے اس چشمۂ صافی سے اتباع واخذ کا حق ادا کرے گی تب تب حق حکمرانی کی بانسری امن وآشتی کے خلو میں اپنی بہترین پُر سُرور 'دلسوز ودلنواز لے پر بجتی رہے گی اور فوائد و فلاح وکامرانی کے بحروبر گروہ انسانی پر لٹائے جاتے رہیں گے حتیٰ کہ ظلم وجہل کی تاریکیاں کونوں کھدروں میں منہ چھپائے پھرتی رہیں گی۔ لیکن عقیدت مندی کے غلوکاروں' شعروشاعری اور تکلم لطیف کے شیریں بیانوں' نثروذکروتذکیر اور قیل وقال کے شہ سواروں کے لیے یہ مرحلہ بمنزلہ پل صراط کے تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے کہ تحت الثریٰ میں گرجانے کے قوی تر امکانات اس سے زیادہ کہیں اور نہیں پائے جاتے۔ اس رزم گاہ حق واشتباہ حق میں ان جیالوں کو اگر کوئی زادِ راہ ہے تو وہ صرف اور صرف کلام ربانی کی زرہ بکتر اور سیف وخنجر ہے کہ جس سے ایک طرف اتباع وحب نبویؐ کی 'مطلوب خداوندی راہ' کی بازیافت ممکن ہے، دوسری طرف شیطان لعین کے جال ہمہ رنگ سے بچاؤ کے امکانات بھی اسی سے صیقل ہوتے ہیں۔ ارشادات حقانی جن کو قرآن مجید کے تقدیس بھرے نام نامی سے معنون کیا جاتا ہے کے فہم وبصیرت کے لئے جہاں تدبر' تفکر' ادراک وتعقل اور حسن نیت وغیرہ از بس ضروری ہے، اسی طرح اقوال وافعال اور منشاء نبیؐ کا مقام ومنصب ہے چنانچہ اس کو اولیت کے علاوہ کوئی اور مقام دیا جائے تب نہ صرف راہ کشادہ ہونے کی بجائے کھوٹی ہوجائے گی بلکہ اللہ کی رضاء سے بھی ہاتھ دھو لینا پڑے گا۔ عروج وزوال کے اس پیمانے کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ دنیا بھر میں آج کیوں ملت بیضاء بے وقعت وبے وزن اور ذلیل وخوار ہوچکی ہے اور غلامانہ فکروعمل کے مظاہر ان کی زندگی کے گوشہ گوشہ میں کیسے اور کیوں کر رچ بس گئے ہیں مقصد زیست سے ان کا رویہ وتعلق ایسے جیسے کہ 'اچھو' لگ گیا ہو جبکہ لایعنی مصروفیتوں میں خود اور قوم دونوں کی شراکت داری کی حالت جیسے عین ثواب بس یہی رہ گیا ہو۔ چنانچہ سیرت سرور عالمؐ پر غور کیا جائے تو اس تن بیمار کی تشخیص واصلاح احوال کا راستہ اور طریقہ کار بھی روشن وکشادہ ہوجاتا ہے۔

تاریخ انسانی، بالخصوص انبیائی کاوشوں' جواباً قوم کے ردعمل اور ان نفوس قدسیہ کی تگ ودو کے حاصل پر ایک نگاہ ڈالیں اور یہ بھی دیکھیں کہ اس سعی وجہد کے مابعد اثرات اقوام عالم پر کیا رہے ہیں اور ساتھ ہی اس کا تقابل نیک نیتی کے ساتھ سرور عالمؐ کے کارنامۂ حیات سے کریں تب ایک حیرت انگیز صورتحال' جس کو آنحضورؐ کے ''جیتے جاگتے معجزات'' میں شامل کیا جانا چاہیے' ہمارے سامنے آتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ کی دعوت کا اصل محور' آپ کی شخصیت کی وہ اصل حیثیت جس کو خود آپ نے پیش کیا ہے' اور غیب کے پردے میں چھپا عالم حقیقی جس کو دوسری واصل دنیا کہا جاتا ہے (یعنی توحید باری تعالیٰ' رسالت انبیاء کرام اور عالم آخرت کی حقیقت) آج بھی ہمارے سامنے بے کم وکاست ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپؐ نے پیش کیا تھا۔ جہاں یہ حقیقت ہے کہ کلام ربانی کی حفاظت خود صاحب کون ومکاں نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے یہ بھی حقیقت ہی ہے کہ سیرت سرور عالمؐ کا گوشہ گوشہ بھی خالق شمس وقمر نے ہی منور رکھا ہے۔ تبھی تو آج ایک عالم آپ کی دعوت پر مخالف ماحول کے جبر کے باوجود کھنچا چلا آرہا ہے۔ دنیا نے ترقی کے وہ زینے طے کیے کہ تصور خود حیرانی کی تصویر بنا گم سم ہے۔ اسباب دنیا کی فراوانی' وسائل دنیا پر حکمرانی کے باوصف آج کا انسان اپنے جذبۂ اندروں کی آبیاری کے پیش نظر یاس واُمید کی ترستی نگاہوں اور بے چین ومضطرب قلب وروح کی آسودگی کیلئے آغوش فکرِ محمدیؐ کی تلاش میں سرگرداں کشاں کشاں کھنچا چلا آرہا ہے۔ اس کا علم وتعلم اس کی فکرونظر اس کو اس دین وحدت کی قبولیت کیلئے مجبور کررہی ہے۔ بعض کور ذوق وکور نگاہ شخصیت وسیرت سرور عالمؐ کو دیومالائی طرز پر ڈھالنے کی غلط جستجو میں غلطاں نظر آتے ہیں اس کی وجہ دراصل اسلام کے چشمۂ صافی میں یونانی فلسفہ کے دخول کا نتیجہ ہے اور یہ آمیزش ایسے ہی مسترد کردی جائے گی جس طرح جسم اپنے اندر کسی غیر شئے کو برداشت وبرقرار رکھنے کی بجائے باہر نکال پھینکتا ہے۔ (کل بدعۃ ضلالۃ) اور یہ کوشش اگر اچھی نیت کے زیر بار بھی ہو تب بھی گم کردہ راہ ہی متصور ہوگی کیونکہ جس کسی فکروخیال کو سند کتاب اللہ وحمایت رسول

باقی صفحہ ۵ پر

حکمرانوں کو ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی کا حصہ نہیں بننا چاہیے

دنیا کو امن کی تلقین کرنے اور صبر وتحمل سے کام لینے کا درس دینے والوں کو اپنے رول پر بھی نظر ڈالنی چاہیے

امریکہ، بھارت، پاک وافغان مثلث کو باہم متصادم اور دست بگریباں کرانے کی فراق میں بے قرار ہے۔ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' ناپاک سیاست کا ایک قدیم رول ہے جس کو برصغیر ہندستان میں برطانوی استعمار نے بڑے پیانے پر استعمال کیا حتی کہ یہاں کا ہر شخص اس کی حقیقت کو سمجھ گیا اور اس پر عام وخاص سب شدید تنقید کرنے لگے۔ لیکن عملاً یہاں کے لوگ خود اسی اصول پر عمل پیرا رہے۔ باہم لڑنے اور دوسروں کو برسراقتدار رکھنے کے مواقع فراہم کرنے میں بھی اور دوسروں کو لڑانے اور خود حکومت کرنے میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور آج بھی جاری ہے۔ اس پرطرہ یہ کہ امریکہ بہادر کے حکمراں جو انسانیت کشی اور دہشت گردی کا تاریخ انسانی میں چند صدیوں میں ہی سب سے بڑا ریکارڈ قائم کر چکے ہیں، اس کے سہارے زندہ ہیں۔

دنیا بھر میں افراد، طبقات، خطوں اور اقوام کو باہم لڑانے کا جو ریکارڈ اس قوم نے قائم کیا ہے دنیا کی کوئی قوم اس کی برابری نہیں کرسکتی۔ جب کہ اس قوم کی حقیقت یہ ہے کہ تقریباً ۵۰۰ برس قبل ہی کولمبس نے اتفاقیہ طور پر اس براعظم کا پتہ لگایا تب سے اس کو نئی دنیا کہا جانے لگا اس کے بعد سے کئی صدیوں تک یہ قوم دوسری اقوام کی محکوم اور غلام رہی اور بہت تھوڑے دن پہلے ہی اس نے آزادی وخود مختاری حاصل کی۔ پھر اس نے دنیا میں خون خرابہ کی تاریخ رقم کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور ایٹم بم بنایا۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر اس کو استعمال کیا اور دنیا میں سب سے زیادہ تباہی مچانے والے سب سے زیادہ ہتھیار اس قوم نے بنائے۔ اسلحہ سازی کی صنعت اور تجارت کو ہی اپنا خاص کاروبار اور شناخت بنایا سوویت یونین کے ساتھ مل کر سرد جنگ کا نقشہ تیار کیا اور دنیا کو دو خیموں میں تقسیم کر کے لڑاؤ اور حکومت کرو کی استعماری سیاست کو فروغ دیا۔ سوویت یونین کے سقوط وانتشار کے بعد اس نے باہم متصادم اقوام وخطوں کے کاندھوں پر تن تنہا خود اپنے ہی ہاتھ رکھ لئے اور اکھاڑے میں ریفری کا رول ادا کرنے لگا۔ عراق وافغانستان میں وہ دوسروں کو ساتھ لے کر خود بھی میدان میں کودا لیکن یہ تجربہ کچھ راس آتا نظر نہیں آیا تو پھر دوسروں کو لڑانے، تماشہ دیکھنے ریفری کا فرض انجام دینے اور اسلحہ کی تجارت کو فروغ دینے اور اسلحہ سازی کو صنعت کو ترقی کی بلندیوں سے ہمکنار کر کے خودخوشحال بننے دنیا پر اپنا استعمار وحکمرانی قائم کرنے اور دوسروں کو اپنا غلام بنانے میں سرگرم ہوگیا۔ دوسرے ملکوں اور خطوں وقوموں کے علاوہ اس نے بھارت پر افغانستان کے معاملہ میں ملوث ہونے کے لئے دوباؤ ڈالنا بھی شروع کر دیا ہے جب کہ پاکستان کو تو وہ پہلے ہی سے اس میں ملوث کئے ہوئے ہے۔

افغان پاکستان علاقہ کے لئے امریکہ کے اسپیشل نمائندہ رچرڈ ہول بروک نے بھارت سے افغانستان میں ''اہم'' رول ادا کرنے کے لئے کہا ہے۔

دہلی میں ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے امریکی نمائندہ نے واضح الفاظ میں کہا ''امریکہ، بھارت سے علاقائی اور عالمی سطح پر بہت بڑے رول کی توقع رکھتا ہے۔ نئی دہلی کا سرگرم ہونا افغانستان میں حالات کو بہتر بنانے میں اہم رول ادا کرے گا۔ ہم افغانستان جیسے مسائل کو بھارت کی سرگرم حصہ داری کے بغیر حل نہیں کرسکتے۔ یاد رہے کہ امریکی صدر بارک اوباما نے ملک کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد اپنی انتظامیہ تشکیل دیتے وقت ہول بروک کو افغانستان وپاکستان خطے کے لئے خصوصی نمائندہ مقرر کیا تھا۔ ہول بروک ۸؍اپریل کو افغانستان وپاکستان کے دورہ کے بعد دہلی پہنچے اور اس پانچ روز دورہ کے اختتام پر دہلی میں ایک پریس کانفرنس کی جس پر بھارتی میڈیا میں بہت خوشی کا اظہار کیا جارہا ہے کہ انہوں نے بعض بھارتی ذرائع کے اندیشوں کے برخلاف بھارت سے بات چیت کے دوران کشمیر اور بھارت پاکستان گفتگو پھر سے شروع کرنے کا مسئلہ نہیں چھیڑا۔ بھارت پاک بارڈر پر کشیدگی کم کرنے کی بات نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ وضاحت کرنے دیجئے کہ جواب ایک ہی لفظ میں ہے ''نہیں''۔ ہم یہاں بھارت سے کچھ کرنے کے لئے کہنے کی غرض سے نہیں آتے ہیں ہم صرف افغانستان اور پاکستان کے اپنے دورہ کے بارے میں تفصیلات بتانے اور ان کے نظریات معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں جیسا کہ ہم ہمیشہ کرتے ہیں۔ ہم یہاں کوئی درخواست کرنے نہیں آئے ہیں۔ صحافتی ذرائع اس امر پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہول بروک نے خارجہ سکریٹری شوشنکر مینن اور نیشنل سیکیورٹی ایڈوائزر ایم کے نرائنن کے ساتھ ملاقات کے بعد میڈیا کے نمائندوں سے بات کرتے ہوئے یہ باتیں کہیں جہاں کلنٹن اور بش انتظامیہ بھارت سے باہمی تعلقات کو بہتر بنانے پر زور دیتے تھے موجودہ انتظامیہ نے بھارت سے عالمی اسٹریٹجک امور پر حصہ لینے کے لئے آگے آنے کی بات کہی ہے کہ جو فیکٹر اب تک نہیں چھیڑا جاتا تھا اس پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ جہاں اوباما کے پیش رو جارج بش اور بل کلنٹن نے بھارت کے ساتھ ٹریڈ اور نیوکلیر امور پر تعلقات بہتر بنائے تھے۔ اگلا قدم علاقائی اور عالمی امور پر تعاون اور واسطہ کے سلسلہ میں دو طرفہ تعلقات پر ہوگا۔ اس موقع پر امریکی جوائنٹ چیف آف اسٹاف کے چیئرمین ایڈمرل مائک ملر نے کہا کہ افغان مسئلے پر نئی دہلی کے بھرپور تعاون کی بہت اہمیت ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی تقسیم کے بعد سے پہلی بار بھارت، پاکستان اور امریکہ کو ایک مشترکہ خطرہ درپیش ہے۔ ایک مشترکہ چیلنج اور ہمارا ایک مشترکہ ہدف ہے۔ اب جب کہ ہمیں مشترکہ خطرہ درپیش ہے ہمیں ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے۔ اس مسئلہ میں پاکستان کو ایک سینٹر کی حیثیت حاصل ہے۔ اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ افغانستان اور پاکستان کے درمیان اور پاکستان اور بھارت کے درمیان بہت بڑا تاریخی معاملہ ہے، یاد داشتیں ہیں اور مسائل ہیں انہوں نے کہا کہ افغانستان میں اچھی حکومت اور ترقی کی بھی اسی طرح اہمیت ہے جس طرح سیکوریٹی کی اہمیت ہے۔ خالی فوجی طاقت بے کار ہے۔ سویلین، ملٹری ٹیم اور یکجہتی کی بھی اہمیت ہے۔ ظاہر ہے کہ امریکہ افغانستان میں جارحیت کر رہا ہے وہ افغانستان سے ہزاروں کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس کو افغانستان سے کوئی خطرہ ہے نہ اس سے کوئی تعلق ہے۔ وہ افغانستان میں جارحیت کر کے پھنس چکا ہے۔ اس نے ناٹو ممالک سے اپنی اس جارحیت اور دہشت گردی میں مدد کے لئے ناک رگڑی لیکن ۷ سال کی جنگ کا نتیجہ دیکھ لینے کے بعد ناٹو نے اسے ٹکا سا جواب دے دیا۔ اب وہ اس جنگ میں بھارت کی گردن پھنسانا چاہتا ہے جب کہ افغانستان بھارت سے قریب ہے امریکہ کے چلے جانے کے بعد بھارت کا اس سے تعلق رہے گا۔ دیرپا منفی ومثبت اثرات، فوائد اور نقصانات کو سامنے رکھ کر حکمرانوں کو دانشمندی ودوراندیشی کے ساتھ اس بارے میں فیصلہ کرنا ہوگا۔ ●●

دارفور کا تنازعہ اور عالمی فوجداری عدالت

نثار احمد کیانی

ہیگ میں عالمی فوجداری عدالت (آئی سی سی) نے سوڈان کے صدر عمرالبشیر کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کیے ہیں۔ انہیں سات جنگی جرائم اور انسانیت کے خلاف جرائم کا سامنا ہے۔ وہ پہلے ایسے صدر ہیں جن کے وارنٹ گرفتاری ان کے عہدۂ صدارت کے دوران جاری کیے گئے ہیں۔ سوڈان کے صدارتی مشیر نے وارنٹ جاری کرنے والی عدالت کو جدید نوآبادیاتی نظام کا حصہ قرار دیا ہے۔ فیصلے کے رد عمل میں سوڈان نے ۱۳ غیر ملکی امدادی تنظیموں کو ملک سے نکلنے کا حکم دیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بان کی مون نے سوڈان سے کہا ہے کہ وہ فیصلے پر نظر ثانی کرے کیونکہ یہ ایجنسیاں ۴۷؍لاکھ بے سہارا اور غریب لوگوں کے لیے زندگی کی علامت ہیں۔ اگر ان کو کام سے روکا گیا تو یہ سوڈان کے لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ عالمی عدالت کے فیصلے کے خلاف سوڈانی عوام نے سڑکوں پر نکل کر احتجاج کیا اور صدر عمرالبشیر کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

دارفور بحران دراصل سوڈان کی سماجی، نسلی، مذہبی اور قبائلی تقسیم کی وجہ سے پیدا ہوا۔ برطانوی سامراج نے ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کے فارمولے کے تحت قبائلی ازم کی پرورش کی جس کی وجہ سے ایک ہی ملک کے باشندے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے۔ ۱۹۵۶ء میں آزادی حاصل کرنے والے سوڈان کو اب تک صرف امن کے ۱۰ سال نصیب ہوئے ہیں۔ اقوام متحدہ کے اعداد وشمار کے مطابق فروری ۲۰۰۳ء سے جاری خانہ جنگی میں اب تک تین لاکھ افراد ہلاک اور بائیس لاکھ افراد بے گھر ہیں۔ سوڈان ان اعداد وشمار کی تردید کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس جنگ میں صرف ۱۰؍ہزار افراد ہلاک ہوئے ہیں۔

اصل میں سوڈان میں دو تنازعے ہیں ایک اکیس سال پرانا ہے جو شمال میں مسلمانوں اور جنوب میں عیسائیوں کے درمیان تصادم کے نتیجے میں پیدا ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں (Anya Nya) تحریک نے پہلی چھاپہ مار جنگ کا آغاز کیا۔ ۱۰؍سال تک خوں ریز خانہ جنگی جاری رہی اور اس کے بعد کئی عشروں سے جاری اس تنازعے میں اب تک ۲۰ لاکھ افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔ حکومت مخالف چھاپہ ماروں کا الزام ہے کہ حکومت سیاہ فام افریقی عوام کے مقابلے میں عربوں کو زمین اور جائیداد دے رہی ہے جبکہ انہیں اپنے حقوق سے محروم کیا جارہا ہے۔ اس تنازعے کی وجہ سے لاکھوں افراد اپنے گھربار چھوڑ چکے ہیں اور کئی ہزار ہلاک ہوچکے ہیں۔ اس وقت تقریباً ایک لاکھ افراد ہمسایہ ملک چاڈ میں پناہ گزیں ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں سوڈانی حکومت اور جنوبی سوڈان کے باغیوں کے درمیان آٹھ سال سے جاری خونریز جھڑپوں کے دوران عمر البشیر نے سوڈان کے صدر کا عہدہ سنبھالا تھا۔ اس کے بعد آنے والے برسوں میں عمرالبشیر حکومت کی زیر قیادت اور سرکاری پشت پناہی کے ساتھ ہونے والے تشدد، قتل وغارت گری اور عصمت دری کے واقعات اور جنوبی سوڈان کی کمیونٹی کو لوٹنے میں ملوث رہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس سارے عرصے میں کم ازکم بیس لاکھ افراد ہلاک ہوئے جبکہ پچیس لاکھ بے گھر ہوئے۔

اسی دوران ۲۰۰۲ء میں روما سٹیٹیوٹ کے ذریعے انٹرنیشنل کریمنل کورٹ (آئی سی سی) کی بنیاد رکھی گئی جو جنگی جرائم انسانیت کے خلاف جائم اور کسی گروہ کے منظم قتل میں ملوث افراد کے خلاف مقدمہ چلانے کا اختیار رکھتی ہے۔

تاہم یہ عدالت صرف ان جرائم کی تحقیقات کرسکتی ہے جن کا ارتکاب جولائی ۲۰۰۲ء کے بعد کیا گیا ہو۔ اس عدالت کی توثیق کے ایک سال سے بھی کم عرصے میں مغربی سوڈان کے مسلم اکثریت والے غیر عرب علاقے دارفور میں سوڈانی حکومت کے خلاف بغاوت چھڑ گئی۔ اس بغاوت کے خلاف عمرالبشیر حکومت کا ردعمل انتہائی سخت تھا اور پانچ سال سے کم عرصے میں بیشتر نیوز ایجنسیوں اور دیگر گروپوں نے دارفور میں دو لاکھ سے چار لاکھ افراد کے مارے جانے کی خبریں دیں۔ عیسائی اکثریت جنوبی سوڈان میں ہلاکتوں کے خلاف احتجاج پر ۲۰۰۳ء میں امریکا نے عمر البشیر حکومت اور جنوبی باغیوں کے درمیان مصالحت شروع کی جس کے نتیجے میں ۲۰۰۵ء ہونے والے معاہدے سے جنوبی سوڈان میں غیر عربوں کے قتال کی روک تھام ہوئی۔ تاہم عمرالبشیر بدستور صدارت کے منصب پر فائز رہے اور ایک ایسی حکومت کی قیادت کرتے رہے جو اپنے ہی لوگوں کو ان کی کسی بھی وابستگی سے قطع نظر منظم طریقے سے استحصال کرنے اور بھوکا مارنے کی وجہ سے مشہور تھی۔ مغرب میں بہت سے لوگ اس صورت حال کو اس طرح دیکھتے تھے کہ ایک مسلمان حکومت غیر مسلم سوڈانیوں پر ظلم ڈھاتی رہی ہے۔ جبکہ دوسری طرف مسلم دنیا کے خیال میں آئی سی سی مغربی قیادت کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔ لیکن حقیقت اس سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے۔ تاہم ایک بات بالکل واضح ہے کہ اگر مسلمان، عیسائی، عرب اور مغرب والے مل کر جنگی جرائم اور ناانصافیوں کے خلاف یکساں موقف اپنالیں اور آئی سی سی کی حمایت کریں تو بین الاقوامی سطح پر انصاف کی موثر فراہمی اور انسانی زندگی کو بے وقعت سمجھنے والے تمام رہنماؤں سے تحفظ حاصل کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے دارفور کا معاملہ تحقیقات کے لیے آئی سی سی کے پراسیکیوٹر جنرل لیوس مرینو اوکیمپو کے سپرد کیا تھا۔ قبل ازیں آئی سی سی وزراء جنگجوؤں (وارلارڈز) اور ملیشیا کمانڈر پر بھی فرد جرم عائد کر چکی ہے جن میں جنجاوید باغی گروہ کے دو لیڈر بھی شامل ہیں لیکن ان سے بالاتر سطح کے کسی حاکم پر گرفت نہیں کی گئی تھی۔ لیکن ۱۴؍جولائی ۲۰۰۸ء کو مرینو اوکیمپو نے بین الاقوامی انصاف کی فراہمی کے طریقہ کار میں تبدیلی کی راہ ہموار کرتے ہوئے پہلی بار عدالت کے خلاف جرائم، جنگی جرائم اور منظم قتل وغارت گری کے دس الزامات میں روم سٹیٹیوٹ پر دستخط نہ کرنے والے ایک ملک کے موجودہ صدر کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کرنے کی درخواست کی۔ امریکا، چین، اسرائیل اور مشرق وسطی کی بیشتر حکومتوں سمیت بہت سے ملکوں نے دستور کی ابھی تک توثیق نہیں کی۔ ان ممالک میں جنگی جرائم کی تحقیقات صرف اسی صورت میں کی جاسکتی ہے اگر سلامتی کونسل معاملے کو آئی سی سی کے سپرد کرے۔

جیسا کہ عمرالبشیر کے معاملے میں ہوا۔ عمرالبشیر کا مقدمہ عدالت کے ملٹی نیشنل جوڈیشل ڈویژن کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور اسی جنگی ٹریبونل کی جانچ سے ان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوئے ہیں۔ استغاثہ نے عمرالبشیر کے خلاف جو الزامات عائد کیے تھے سوڈان کی حکومت نے انہیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ امریکا نے اسے نظرانداز جبکہ عرب لیگ، چین اور افریقی یونین نے مسترد کر دیا۔ آئی سی سی کو اپنے عدالتی دائرہ کار کو بڑھانے کے لیے بین الاقوامی برادری کی حمایت درکار ہے۔ یہ حمایت زیادہ سے زیادہ ممالک کی طرف سے اس عدالت کی توثیق اور دنیا کے تمام ملکوں میں بسنے والے شہریوں کی حوصلہ افزائی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ یقیناً دنیا کو ایک ایسی عدالت کی ضرورت ہے جو جنگی جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے ساتھ بے دھڑک اور بلا امتیاز انصاف کرسکے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اگر سوڈان کے معاملے کو انٹرنیشنل کریمنل کورٹ کے سامنے پیش کرسکتی ہے تو اسے افغانستان، عراق، فلسطین، کولمبیا وغیرہ پر بھی آنکھیں کھولنا ہوں گی۔ امریکی فوجیوں کی طرف سے عراقی قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کا اسکینڈل منظر عام پر آنے کے باوجود اس کا عالمی انصاف کی نظروں میں نہ آنا سمجھ سے بالا تر ہے۔ بہر حال اگر بین الاقوامی فوجداری عدالت (آئی سی سی) سوڈان کے صدر عمرالبشیر کو انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہے تو اس کی ساکھ میں اضافہ ہوگا اور وہ ایک ایسی عدالت بن جائے گی جو اقوام متحدہ یا دیگر بین الاقوامی اثر سے آزاد ہے جس سے اسے اعلی ترین سطح پر جنگی جرائم میں ملوث ہونے والوں کے خلاف تحقیقات اور کارروائی کا اختیار حاصل ہوجائے گا۔ ●●

آزادی کی بنیاد کا تحفظ ضروری ہے

عارف عزیز، بھوپال

ہندوستان میں تقریباً چھ دہائیوں قبل یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ یہاں مذہب کے نام پر قوموں کی تشکیل کا نظریہ تسلیم نہیں کیا جائے گا اور ایک ایسی حکومت کا قیام عمل میں آئے گا جس کی بنیاد رنگ، نسل، زبان مذہب اور طبقہ پر استوار نہ ہو کر اس سیکولر نظام پر قائم ہوگی جو طرح طرح کے پھولوں، دلفریب رنگوں اور متنوع خوشبوؤں سے مزین ہے۔

یہاں مذہب کی وجہ سے اور تہذیب ونسل کی بنیاد پر کسی کا استحصال نہیں ہوگا، کسی کو پیچھے دھکیل کر بزور آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ یہاں ایک ایسا سماجی نظام تشکیل پائے گا جس میں سب کو رہنے اور پیش قدمی کرنے کی آسائش فراہم ہوگی مگر بدقسمتی سے آزادی ملتے ہی ملک کا جس فضا سے واسطہ پڑا وہ مذکورہ خواب کے لئے سازگار نہ تھی، لہٰذا شک وشبہ کے ساتھ صدمہ اور ناگواری بھی یہاں راہ پانے لگے۔ جو ملک سیکولر نظریات اور قومی یک جہتی کے نصب العین پر تعمیر ہونا تھا نسلی وتہذیبی منافرت کی راہ پر چل پڑا۔ رنگارنگ پھولوں کے مہکنے اور طرح طرح کی کلیوں کے کھلنے کے بجائے پورے گلشن کو ہی جہنم بنا کر رکھ دینے کی کوششیں شروع ہوگئیں۔ سارے اصولوں، تمام وعدوں اور جملہ خوابوں کو فراموش کر کے مذہبی منافرت، لسانی آمریت اور تہذیبی جارحیت کا ایک ایسا طوفان انگڑائیاں لینے لگا جس میں ساری ثقافتی قدریں، مہذب اصولوں اور تاریخی عوامل فنا کے خطرہ سے دوچار ہوگئے۔ زبان کے علاقائیت کے اور مذہبی اختلافات کے ایسے مسائل پیدا ہوگئے جنہوں نے قومیت کی روح، اور رواداری کے جذبے کو برباد کر کے پورے ملک کے درمیان سے چٹک جانے کا اندیشہ پیدا کر دیا۔

آج جو کشمیر میں ہو رہا ہے یا کل تک پنجاب اور ملک کے دوسرے علاقوں میں فرقہ وارانہ نفرت، باہمی کدورت، سماجی بے چینی اور قومی دھارے سے روگردانی کی لہر نظر آتی رہی ہے، یہ اسی غلط سمت پر چل پڑنے اور وقت رہتے اس پر قابو پانے میں تساہل برتنے کا نتیجہ ہے۔ اس پس منظر میں قومی یکجہتی کا قیام اور فرقہ پرستی کے انسداد کی کوئی تحریک اس وقت تک بامعنی نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس سرچشمے کا منہ بند نہ کر دیا جائے جو اس طرز فکر اور نظام عمل کو سیراب کر رہا ہے یعنی انتخابی سیاست جس کی بدولت نہ صرف یہ کہ ملک کا پورا ڈھانچہ کمزور ہو رہا ہے اور اس کی چولیں ہل رہی ہیں بلکہ پوری قوم باہمی تنازعوں اور بکھراؤ کی آگ میں جھلس کر اعصابی تناؤ اور ذہنی کجروی سے بھی دوچار ہو رہی ہے۔

وہ سیاسی جماعتیں جو محض انتخابات کے لئے زندہ ہیں اور اس کی کامیابی وناکامی کو اپنی ترقی کا زینہ تصور کرتی ہیں ایسی خود غرض جماعتوں کو بھی اس بات کا احساس کرنا چاہئے کہ وہ ہندوستان جیسے ہمہ رنگ ملک کی اکثریت میں فرقہ پرستی کو ابھار کر بھی کامیاب نہیں ہوسکتیں اور نہ اقلیتی فرقہ کا تعاون اور ہمدردیاں حاصل کئے بغیر اپنے بل بوتے پر اقتدار میں آنے کا ان کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے۔ ●●

دعوت

۱۳؍اپریل ۲۰۰۹ء

ایک اور معلق حالت

انتخابی نتائج کے سلسلے میں جو جائزے سامنے آرہے ہیں ان سے یہ بات تقریباً طے ہوگئی ہے کہ ایک بار پھر کوئی تنہا جماعت حکومت بنانے کی حالت میں نہیں ہوگی، نہ کانگریس، نہ بی جے پی اور نہ کوئی دوسری جماعت۔ ہر چند کہ ہر جائزے میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ کانگریس دوسری تمام جماعتوں سے آگے ہوگی لیکن وہ جادوئی ہندسے سے اس قدر پیچھے ہے کہ ایک نہیں کئی جماعتوں کی حمایت کے بعد ہی وہ حکومت بنانے کی پوزیشن میں آسکے گی۔ اس پرطرہ یہ ہے کہ اس نے اپنے بہت سارے ساتھیوں کو گنوادیا ہے۔ اس بار ایک نئی بات یہ ہوئی ہے کہ میدان میں ایک چوتھی طاقت بھی موجود ہے۔ یعنی ایک طرف کانگریس اور اس کے چند ساتھی ہیں جس کو یوپی اے کہا جاسکتا ہے، تو دوسری طرف بی جے پی اور اس کے ساتھی ہیں جس کو ان ڈی اے کہا جارہا ہے۔ تیسری جانب بایاں بازو محاذ ہے جو محض پارٹیوں کو جوڑ کر ایک محاذ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ چوتھی جانب وہ طاقتیں ہیں جو کبھی این ڈی اے کے ساتھ تھیں لیکن اب اس میں شامل نہیں ہیں، وہ بھی قلابازیاں کھا رہے ہیں۔ ابھی انہوں نے اپنے مستقبل کا قطعی فیصلہ نہیں کیا ہے کیونکہ فی الحال انہیں کوئی راہ نظر نہیں آرہی ہے۔ ایک پانچواں گروپ بھی میدان میں ہے۔ وہ گروپ ہے پس ماندہ طبقات کے مفادات کی نمائندگی کرنے والا۔ اس نے بھی ابھی اپنے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا ہے کہ وہ کدھر جائے گا اور کہاں رہے گا۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ ابھی تک اس نے این ڈی اے سے دوری بنا رکھی ہے تاہم کل کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ ایک عجیب وغریب صورت حال شرد پوار کی ہے۔ حالانکہ انہوں نے ابھی یوپی اے سے ناطہ توڑنے کا اعلان نہیں کیا ہے مگر وہ بھی پر تول رہے ہیں۔ ان کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا ابھی سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ یہی حال بعض دوسری جماعتوں کا بھی ہے۔ تیسرے اور چوتھے مورچے میں آج جو لوگ نظر آرہے ہیں کل وہ کہاں ہوں گے اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اس بار ایک دوسری قابل غور حالت یہ ہے کہ اس وقت جو بھی اتحاد نظر آرہے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی بطور اتحاد اس حالت میں نظر نہیں آرہا ہے کہ وہ حکومت سازی کا ایسا دعویٰ کرسکے جس میں وزن ہو۔ کیونکہ ایک جائزے کے مطابق کانگریس والے اتحاد کو تقریباً دوسو نشستیں ملنے کی امید ہے۔ جبکہ این ڈی اے کو پونے دوسو نشستیں حاصل ہوسکتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ دونوں جادوئی ہندسے ۲۷۳ سے کوسوں دور نظر آرہے ہیں۔ جائزوں میں یہ بھی بتایا جارہا ہے کہ بایاں بازو محاذ اور اس کے ہم خیالوں کو بھی سو سے کچھ اوپر نشستیں مل سکتی ہیں اور چوتھے گروپ کو ساٹھ سے کچھ اوپر۔ اس طرح دیکھا جائے تو بہت عجیب وغریب صورت حال ابھرتی نظر آرہی ہے۔ اس حالت میں تو یوپی اے اور این ڈی اے دونوں کو تیسرے مورچے کی حمایت کی حاجت ہوگی۔ تیسرے مورچے کی بڑی اور غالب طاقت چونکہ کمیونسٹ پارٹیوں کی ہے لہٰذا اس کے بحیثیت اتحاد بی جے پی کی طرف جانے کی امید تو بہت کم ہے البتہ اس کا امکان ضرور ہے کہ اس میں ٹوٹ پھوٹ ہو اور اس وقت اس میں شامل بعض پارٹیاں اس سے نکل جائیں اور این ڈی اے میں شامل ہوجائیں کیونکہ کم ازکم ایک جماعت تو پہلے بھی این ڈی اے میں شامل تھی یعنی بیجو جنتا دل اور نیشنلسٹ کانگریس پارٹی کے بارے میں یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ ایسا کرے گی یا نہیں۔ یوپی اے بھی 'باہری' طاقت کی مدد کے بغیر حکومت نہیں بنا سکتا۔ اسے ایک بار پھر بائیں بازو محاذ کی حمایت درکار ہوگی۔ بائیں بازو محاذ نے اس کا اشارہ دے دیا ہے کہ وہ ایک بار پھر کانگریس کی حمایت کرسکتا ہے لیکن اس بار یہ حمایت بہت زیادہ کڑی شرطوں کے ساتھ ہوگی اور چوں کہ یوپی اے پہلے سے زیادہ کمزور حالت میں ہوگی لہٰذا بائیں بازو کو ہوا میں اڑانا اس کے لیے آسان نہیں ہوگا۔ چوتھا محاذ بھی اپنا کھیل کھیلنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ وہ بھی اپنی شرطوں کو منوائے بغیر کسی کے لیے بھی اپنی حمایت کا اعلان نہیں کرے گا۔ یہ صورت حال پچھلی مرتبہ کی صورت حال سے زیادہ نازک ہے۔

فکر معاصر

متضاد منشور

اقلیتوں کے خلاف نفرت و عداوت کے لئے بدنام بی جے پی بھی اب مسلمانوں کو لبھانے کی مہم پر چل نکلی ہے۔ پارٹی نے اپنے انتخابی منشور میں مسلمانوں کے لئے جس قدر شائستہ زبان اور گداز فکر کا استعمال کیا ہے یہ کم از کم اس کا طرۂ امتیاز تو نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بی جے پی نے اپنے منشور میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود سے لے کر وقف جائدادوں کی حفاظت اور پوٹا پر نظر ثانی تک کا وعدہ کرڈالا ہے۔ پارٹی نے اپنے اس منشور میں سچر کمیٹی کی رپورٹ کو مسلمانوں کی ناز برداری کے بجائے چشم کشا قرار دیا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی بی جے پی نے یہ بھی کہا ہے کہ کچھ اقلیتی طبقات میں مشکوک وفاداری کا افسوسناک دور اب ختم ہوگیا ہے۔ کیونکہ اب جو نئی نسل سامنے آئی ہے وہ ملک کے لئے اس قدر پر عزم ہے جس قدر کہ ملک اس کے لئے ہے۔ کھیل، سنیما، صنعت اور دیگر شعبوں میں مسلمانوں کی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے بی جے پی نے اسے قابل رشک قرار دیا ہے۔ بی جے پی کے اس منشور کا لب لباب یہ ہے کہ ملک کے مسلمانوں کی ترقی کے لئے وہ بھی اسی قدر پابند ہے جس قدر کہ دوسری سیاسی پارٹیاں دعوے کرتی ہیں۔ دوسری طرف اس منشور میں بی جے پی نے رام مندر کی تعمیر، دفعہ ۳۷۰ کی تنسیخ اور یکساں سول کوڈ جیسے متنازعہ نعرے بھی ترک نہیں کئے ہیں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ بی جے پی ایک طرف فسطائی عناصر کو بھی مطمئن کرنا چاہتی ہے جبکہ دوسری طرف وہ مسلمانوں کو بھی لبھانے کی کوشش کررہی ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ یہ ملک کے مسلمانوں کی جمہوری طاقت کا نتیجہ ہے کہ بی جے پی اپنی زبان اور فکر میں لچک پیدا کرنے پر مجبور ہوئی ہے۔ ورنہ جو بی جے پی مسلمانوں کو دھمکانے اور ڈرانے والی زبان استعمال کرتی تھی وہ مسلمانوں کیلئے اس قدر شائستہ زبان کا استعمال کیسے کرسکتی تھی؟ لیکن بی جے پی کا یہ منشور بھی نرم زبان وگفتار کے باوجود مسلمانوں کو ڈرانے اور دھمکانے والا ہی ہے۔ اس منشور کے تمام وعدے تضاد بھرے ہیں۔ بی جے پی ایک طرف مسلمانوں کو ملک کی ترقی میں شامل کرنے کا وعدہ کررہی ہے تو دوسری طرف فسطائی طاقتوں کو مطمئن کرنے کے لئے وہ رام مندر کی تعمیر، یکساں سول کوڈ کا نفاذ اور دفعہ ۳۷۰ کی تنسیخ کی بھی یقین دہانی کرا رہی ہے۔ کیا یہ متضاد باتیں نہیں ہیں؟ بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا ملک کے مسلمان بی جے پی کے ترقیاتی وعدوں پر بھروسہ کرکے رام مندر کی تعمیر اور یکساں سول کوڈ جیسے انتہائی متنازع امور پر اتفاق ظاہر کردیں گے؟ یقینی طور پر ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ ملک کے مسلمان اپنی معاشی، سماجی اور تعلیمی ترقی کو نظر انداز کئے جانے کی حرکت تو برداشت کرسکتے ہیں لیکن وہ یکساں سول کوڈ کے نام پر عائلی قوانین میں کسی قسم کی مداخلت برداشت نہیں کرسکتے۔ کیا بی جے پی اس قسم کے متضاد وعدے کرکے یہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ مسلمان بے وقوف ہیں جو کہ اس کے حربے کو نہیں سمجھ سکتے۔ بی جے پی ایک سیاسی پارٹی ہے جس کا ملک کے اقلیتوں کے خلاف ایجنڈا انہایت ہی مذموم ہے۔ بی جے پی سیکولر سوچ کے مطابق ہندوستان میں اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کو حقوق دینا نہیں چاہتی۔ بی جے پی کے اس انتخابی منشور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کی ترقی کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن وہ یہ ترقی مسلمانوں کو ملک کی آئینی سوچ کے مطابق نہیں بلکہ اپنی سوچ اور اپنے نظریہ کے بموجب دینا چاہتی ہے۔ اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ ملک کے مسلمان رام مندر کی تعمیر اور یکساں سول کوڈ تسلیم کرلیں۔ بی جے پی انہیں بدلے میں ترقی کے مواقع فراہم کرے گی۔ حالانکہ یہ اب بھی طے نہیں ہے کہ بی جے پی نے اپنے منشور میں جس شائستہ زبان کا استعمال کیا ہے یہ اس کے انداز فکر میں تبدیلی کا نتیجہ ہے یا پھر عام انتخابات میں خود کو مسلمانوں کے سامنے قابل قبول بنانے کا حربہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر اس کی نیک نیتی پر بھروسہ کرلیا جائے تو بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بی جے پی ملک کے مسلمانوں کے لئے اپنی سوچ بدلنے کیلئے تیار ہے۔ الیکشن کے وعدے اور بات ہیں اور بی جے پی کی سوچ اور پالیسی الگ بات ہے۔

(جدید خبر، نئی دہلی)

میڈیا ریسرچ کے بہانے اُردو میڈیا پر حملہ

خورشید عالم

دہشت گردی اور فرقہ پرستی کے خلاف اردو میڈیا نے جو کردار ادا کیا ہے اس سے بہت سے وہ کردار بھی بے نقاب ہوئے ہیں جو پس پردہ تھے۔ غالباً اردو میڈیا کا یہ کردار ان لوگوں کو قطعاً پسند نہیں ہے جو مسلمانوں کو مایوس، بے سہارا اور ملک کے عام دھارے سے الگ تھلگ رکھنا چاہتے ہیں۔ گزشتہ ایک دہائی کے دوران جو واقعات رونما ہوئے ہیں ان پر اردو میڈیا نے جس انداز سے اپنے ردعمل کا اظہار کیا ہے اور صہیونی فرقہ پرست عناصر کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے اس سے ملک کی صہیونی اور سنگھ لابی میں بے چینی پیدا ہوئی ہے۔ اس کے پیش نظر یہ کوشش ہورہی ہے کہ اردو میڈیا کو منفی رول اور ملک کے تئیں وفاداری میں سنجیدہ نہ ہونے کے بہانے سے کٹہرے میں کھڑا کردیا جائے۔ اس سمت میں گزشتہ کئی برسوں سے کوششیں شروع ہوگئی ہیں۔ ہندی اور انگریزی اخبارات خاص طور سے آر ایس ایس کے ہندی، انگریزی ترجمان 'پانچ جنیہ' اور 'آرگنائزر' میں کچھ اردو داں مسلم وغیر مسلم صحافیوں کے تجزیے شائع ہوتے رہے ہیں۔ اب اردو میڈیا پر ایک نیا حملہ دہشت گردی کے تناظر میں کیا گیا ہے۔ سب سے افسوسناک اور قابل توجہ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں آر ایس ایس کی طرح نہ تو ریسرچ ورک ہورہا ہے اور نہ ہی اس پر کسی کی توجہ ہے۔ مسلم قائدین دیگر چھوٹے چھوٹے ایسے مسئلے کو اٹھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں جن میں وہ عمومی انداز میں بغیر اعداد وشمار کے اظہار خیال کرسکیں۔ پورا سال شروع سے لے کر آخر تک ایسے ہی کچھ ایشوز پر ختم ہوجاتا ہے لیکن یہ سنجیدہ کوشش کسی طرف سے ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی جس کے نتیجے میں ملت کو یہ رہنمائی مل سکے کہ ہندی، انگریزی میڈیا میں مسلمانوں کے تعلق سے کیا کچھ شائع ہورہا ہے، ملک وقوم کے مسائل کو کس انداز میں اٹھایا جارہا ہے۔ اس میں کتنی حقیقت اور کتنا فسانہ ہے۔ قلم اور ہاتھ کی صفائی کتنی ہوتی ہے۔ اگر کوشش اور محنت کرکے صورتحال کو واضح کیا جائے تو ملک وقوم دونوں کا بھلا ہوگا اور لوگوں کو اپنی منزل کا راستہ طے کرنے میں بڑی رہنمائی ہوگی۔

ابھی حال میں 'آتنک واد بھارتی میڈیا' کے نام سے ایک کتاب ہندی اور انگریزی میں شائع ہوکر منظر عام پر آئی ہے۔ یہ کتاب آر ایس ایس کے بانی ڈاکٹر کیشو بلی ہیڈ گوار کے سوانح نگار اور دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر راکیش سنہا نے مرتب کی ہے اور ہند سماچار و دیگر اردو اخبارات کے نمائندے منموہن شرما کے علاوہ پریہ درشی دتہ اور راجیو کمار نے ترتیب کتاب میں معاونین کا کام کیا ہے۔ کتاب کی رسم اجراء کے موقع پر سی بی آئی کے سابق ڈائرکٹر سردار جوگندر سنگھ نے اردو میڈیا کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اس پر منفی اور سطحی رول ادا کرنے کا الزام لگایا۔ انھوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ملک میں دہشت گردانہ حملوں کے سلسلے میں اردو میڈیا کا رول جانبدارانہ اور ملک کے مفاد کے خلاف ہے۔ ان کے اس بیان پر ملی جماعتوں کی خاموشی ناقابل فہم ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ذمہ داروں نے حسب روایت اس بیان کو نہیں پڑھا یا پھر اس لائق نہیں سمجھا کہ اس پر کوئی خامہ فرسائی کی جائے۔ البتہ اردو ایڈیٹرس کانفرنس نے سابق ڈائریکٹر کے بیان کی پرزور الفاظ میں مذمت کرکے اردو میڈیا کے مثبت رول کو اجاگر کرتے ہوئے کسی حد تک فرض کفایہ ادا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ابھی تک کسی ادارے یا قائدین ملت کی طرف سے کوئی بیان بھی دیکھنے کو نہیں ملا۔ جو قائدین چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریس ریلیز کے ذریعے اپنا بیان جاری کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ ان کی جانب سے اتنے اہم معاملے پر خاموشی سے اردو میڈیا کے تعلق سے قیادت کی سنجیدگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سردار جوگیندر سنگھ کی طرف سے اردو اخبارات کے متعلق جس ردعمل اور تاثر کا اظہار ہوا ہے وہ بہت سنگین اور مسلم ملت کے مسائل میں اضافے کے سبب کے طور پر دیکھا جارہا ہے۔ جو ملت پہلے سے ہی مختلف طرح کے مسائل و مشکلات میں گھری ہوئی ہے اس کے خلاف مزید ذہن سازی اور اقدام کے لئے ابھارنے کی کوشش انتہائی قابل توجہ ہے۔

زیر گفتگو کتاب میں پچیس اردو اخبارات کا جائزہ لیتے ہوئے کتاب کے اصل مرتب راکیش سنہا نے یہ بتایا ہے کہ دہشت گردی کے معاملے میں اردو میڈیا کس قدر فرقہ پرست ہے۔ یہ کتاب ایک ایسے موقع پر سامنے آئی ہے جب عام انتخابات کا بگل بج چکا ہے اور انتخابی عمل کچھ ہی دنوں میں شروع ہونے والا ہے۔

مسلمانوں اور اردو میڈیا کے تعلق سے جو تجزیہ پیش کیا ہے۔ اس کے تناظر میں یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ وہ اردو اخبارات جنھیں سرکار اور صنعتی گھرانوں کی طرف سے برائے نام اشتہارات ملتے ہیں۔ ان کو مزید محرومی کی طرف لے جانے کا ایک سوچا سمجھا کھیل ہے۔ بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر (دہلی)، ۱۱/۲۶ ممبئی کے واقعات اور اقلیتی وزارت کے وزیر اے آر انتولے کے بیان کی آڑ میں اردو اخبارات پر حملے کرتے ہوئے کتاب میں کہا گیا ہے کہ ان کا جانبدارانہ رویہ ملک کے مفادات کے منافی ہے۔ اردو صحافت پر یہ الزام یقیناً بہت سنگین اور تکلیف دہ ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اردو صحافت کبھی بھی سازش کا حصہ نہیں بنی ہے البتہ اس نے ملک دشمن عناصر کی سازشوں کو بے نقاب کیا ہے جس کی وجہ سے یہ ملک دشمن عناصر کی آنکھوں میں ہمیشہ کھٹکتی رہی ہے۔

ہندی کی اس کتاب میں تقریباً ۶۵ صفحات اردو صحافت کے لئے صرف کئے گئے ہیں اس کے برعکس ہندی اور انگریزی صحافت کی تعریف وتحسین کرتے ہوئے اس کے رویے کو بے باک اور غیر جانبدارانہ رپورٹنگ کا نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ کتاب میں مرتب نے اردو صحافت پر اس تبصرے کے ساتھ کہ وہ ایک خاص مذہب کی ترجمانی کرتی ہے۔ اس پر خود پرستی اور فرقہ پرستی کا بھی الزام لگایا ہے۔

اردو اخباروں کا جو تجزیہ پیش کیا گیا ہے وہ آدھا ادھورا ہونے کے ساتھ ساتھ عمداً اس کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ اردو میڈیا کا ذرا بھی روشن اور غیر جانبدار پہلو سامنے نہ آسکے۔ اس کی واضح مثال جمعیۃ علماء ہند کے ترجمان عبدالحمید نعمانی کو بھی اے آر انتولے کے حامیوں میں دکھایا گیا ہے جبکہ ان کی تحریر جو ایک اردو روزنامے اور دیگر اخبارات میں شائع ہوئی ہے اس میں عبدالرحمٰن انتولے کے بیان اور رویے پر تنقید کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ انھوں نے بیان دینے کے لئے جو جگہ اور موقع منتخب کیا ہے وہ غلط ہے اور اس سے ملت کے بارے میں غلط پیغام گیا ہے اور فرقہ پرستوں کو مسلمانوں پر حملے کرنے کا موقع فراہم ہوا ہے۔ کتاب میں یہ الزام بھی کھلے عام لگایا گیا ہے کہ دہشت گردی کو روکنے کے لئے سخت قانون بنانے کی اردو میڈیا نے مخالفت کی ہے۔ اس نے اپنے قارئین کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اس کا استعمال اقلیتوں کے خلاف ہوگا۔

دہشت گردی کے تناظر میں اردو میڈیا نے اصل موضوع پر قارئین کی رہنمائی کے بجائے بابری مسجد، گجرات فساد، مسلمانوں کی غریبی اور بیروزگاری کا ہوا کھڑا کرکے قارئین کو گمراہ کرنے کا بھی کام کیا ہے۔ اردو اخباروں کے سلسلے میں کتاب میں یہ تو مانا گیا ہے کہ ان کے پاس قارئین کا ایک طبقہ ہے لیکن ان کی جو تصویر پیش کی گئی ہے وہ بڑی حد تک خوفناک اور اردو میڈیا کو بدنام کرنے والی ہے۔ کتاب میں اردو میڈیا اور مسلمانوں سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے بارے میں تینوں معاونین اور اصل مرتب نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلم لابی پورے ملک کی سوچ اور دھارے سے الگ ہے۔

کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ مرتب نے کتاب کا جو پیش لفظ لکھا ہے وہ ۵؍مارچ ۲۰۰۹ء کو لکھا گیا ہے اس تعلق سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ مالیگاؤں بم دھماکوں کے سلسلے میں اکثریتی سماج کے جن افراد کا نام آیا ہے اور جو صورتحال پیدا ہوئی ہے اور اس سلسلے میں اردو، ہندی، انگریزی میڈیا میں اب تک جو کچھ بھی لکھا جارہا ہے، کتاب میں اس پر خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ مالیگاؤں بم دھماکوں کے ملزم کرنل پروہت سے فوج پوچھ تاچھ کرنے کی بات کررہی ہے، آر ایس ایس کے دیگر ذمہ داروں کا نام بھی اس ضمن میں آیا ہے لیکن حیرت انگیز طور پر کتاب میں اس عنوان سے کوئی بات کوئی مرکزی یا ذیلی عنوان بھی نہیں ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ دہشت گردی کا اتنا بڑا واقعہ کتاب میں کیوں نہیں ہے؟ ظاہری بات ہے کہ اگر اس کا ذکر ہوتا تو یقیناً اس سے دہشت گردی کو لے کر مسلمانوں کی طرف سے ذہن دوسری طرف جاتا۔ کتاب میں تین باب ہیں اور ہر باب کے تحت تین عنوان ہیں۔ چوتھا جو آخری باب ہے اس میں سب کا خلاصہ ہے۔ کل ملاکر سب کا مرکز مسلمان ہیں اور سارے معاملات کسی نہ کسی طرح مسلمانوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس سے مقصد بالکل صاف ہوجاتا ہے کہ سماج اور ملک کو کس طبقے کی طرف توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کے مقدمے میں دہشت گردی کے سلسلے میں امریکی پالیسی کی جس طرح تحسین وتعریف کی گئی ہے اس سے بالکل واضح ہے کہ کتاب کا مقصد کیا ہے اور سمت سفر کیا ہے۔ ●●

دولت: نعمت بھی، زحمت بھی

محمد احسن عالم
شعبۂ اردو الشمس ملیہ کالج، ارریا

دولت بے شک اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عظیم نعمت ہے۔ لیکن اس کا فائدہ وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر دولت حاصل کریں اور خرچ کریں۔ لیکن آج کے مادہ پرستی کے دور میں ہر شخص حصول دولت میں لگا ہوا ہے۔ ہر جائز وناجائز طریقے سے دولت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ یہ دولت کدھر سے آتی ہے اور کہاں صرف ہوگی؟ کن مقاصد پر صرف ہوگی، اسے کون لوگ صرف کریں گے؟ اور کیونکر صرف ہوگی؟ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ دولت دن بدن بڑھتی جائے اور بینکوں میں اس کے حسابات پھولتے چلے جائیں۔ خواہش دولت کا ابتدائی جذبہ ہی چونکہ احساس تحفظ ذات کے تحت پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس جذبے کی افزائش، انسان میں شدید قسم کی خود پرستی پیدا کردیتی ہے۔ ایک خوفناک خود غرضی اور مکروہ قسم کی سنگدلی انسان میں پرورش پانے لگتی ہے۔ انسان اجتماعی رشتے توڑ کر صرف اپنی ذات پر ہی اپنی ساری قوتیں اور ساری توجہات اور اپنی ساری محنتیں مرکوز کردیتا ہے۔ اسے خرچ کی ہر مد سے نفرت اور آمدنی کی ہر مد سے الفت ہوتی ہے۔ خرچ کی ہر مد سے نفرت کا جذبہ جیسے جیسے پرورش پاتا ہے، ویسے ویسے اس کے ضمیر سے معاشرے کے حقوق کے تانے بانے ٹوٹتے چلے جاتے ہیں۔ پہلے وہ اجتماعی خیر کے اداروں سے ہاتھ روکتا ہے، خیرات وصدقات کے لئے اس کی مٹھی بھینچ دی جاتی ہے۔ اس کے مال میں سے محتاجوں کا حق سلب ہوجاتا ہے۔ قرابت داروں کے حقوق مارے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے ہمسائے، دوست، آشنا، ماں باپ اور بیوی بچے تک کے حقوق مارے جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں کسی معاشرے کے اندر ایسا انسان ایک زہریلے سانپ کے مانند ہے۔ جو صرف اپنی کنڈلی کے نیچے سب کچھ لے لینا چاہتا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: حضرت ابن عمرو بن عوفؓ بیان کرتے ہیں: ''اللہ کی قسم، میں تمہارے بارے میں فقر اور غربت سے نہیں ڈرتا، لیکن میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر اس طرح کشادہ کردی جائے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی (یعنی مال و دولت اور سازوسامان کی فراوانی تمہیں حاصل ہوجائے) پھر تم اس میں اتنی رغبت اور دلچسپی لینے لگو، جیسی اگلے لوگوں نے لی تھی، اور یہ عمل تمہیں بھی اسی طرح ہلاک کردے جس طرح انہیں ہلاک کیا تھا''۔ (صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے''۔ (سورۃ الانفال: ۲۷) عام طور پر مال اور اولاد کی محبت ہی انسان کو خیانت پر اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے گریز پر مجبور کرتی ہے۔ اس لئے ان کو فتنہ (آزمائش) قرار دیا گیا ہے، یعنی اس کے ذریعے سے انسان کی آزمائش ہوتی ہے کہ ان کی محبت میں امانت اور اطاعت کے تقاضے پورے کرتا ہے یا نہیں؟ اگر پورے کرتا ہے تو اس آزمائش میں کامیاب ہوا بصورت دیگر ناکام۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مال اور لڑکے اس دنیا کی زینت ہیں باقی رہنے والی چیز تو نیک عمل ہے''۔ (الکہف: ۴۵)

دین اسلام جہاں انسان کو رزق حلال کے حصول کا حکم دیتا ہے، وہاں حصول رزق کے لئے حرام ذریعہ اختیار کرنے سے بھی منع کرتا ہے۔ کیونکہ اگر ذریعہ حرام ہوگا تو رزق حلال نہ ہوگا۔ دوسری طرف اسلام اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ مال و دولت کے حصول کے بعد اس کے اوپر سانپ کی طرح نہ بیٹھ جاؤ بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، غریبوں، یتیموں، والدین اور اس قرابت داروں میں خرچ کرو۔ دین اسلام کی ترویج و اشاعت پر خرچ کرو۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''ہر طعنہ زن اور عیب جو کے لئے ہلاکت ہے، جو مال جمع کرتا ہے اور اسے بار بار گنتا ہے اور وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ہرگز نہیں وہ جہنم کی آگ میں جھونکا جائے گا''۔ (الہمزہ) لیکن بعض مواقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں رعایت دی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے دور میں حضرت عثمان غنیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسی ہستیاں بھی تھیں، جن کو اللہ نے مال کثیر سے نوازا تھا۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کبھی نہیں فرمایا کہ اپنا سارا مال اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کردو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ مال اپنی ضرورت سے زائد اگر رکھ لیا جائے تو اس کی ممانعت نہیں۔ البتہ اس میں بھی دنیا کی ہوس اور مال و دولت سے محبت کا اظہار نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ بھی احادیث میں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنا سارا مال لے کر حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کیونکہ مستقبل کے حالات کے لئے کچھ مال اپنے پاس رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے سارا مال مت جمع کراؤ۔ چنانچہ یہی بات آپ ﷺ نے اپنے صحابی حضرت کعب بن مالکؓ کو بھی نصیحت کرتے ہوئے فرمائی: ''اپنا کچھ مال اپنے پاس بھی رہنے دو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا''۔ (صحیح بخاری)

قرآن مجید میں سونا اور چاندی جمع کرنے والوں کے لئے سخت وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کو دردناک عذاب کی خبر سنادیجئے۔ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور یہ کہا جائے گا) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ اب تم اس کا مزہ چکھو، جو تم جمع کرتے تھے''۔ (التوبہ: ۳۴،۳۵)

آپ کی ایک اور حدیث ہے کہ جس شخص کو مال عطا کیا گیا اور اس نے اس میں سے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن وہ مال سانپ کی صورت میں ہوگا۔ جو کہ گنجا ہوگا اور اس کے چہرے پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ سانپ طوق بنا کر اس شخص کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ (مشکوٰۃ) گویا کہ قرآن کریم اور حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مال اپنی ضرورت سے زائد جمع کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ بھی کیا جائے اور غرباء ومساکین اور مستحقین کو بھی مدنظر رکھا جائے۔

آج کا دور مادہ پرستی کا دور ہے۔ ہر کام ہر مقصد اور زندگی کا ہر معاملہ اسی نقطۂ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ تمام مصروفیات حصول دولت تک محدود ہوکر رہ گئی ہیں۔ نیکی، ہمدردی، ایثار، قربانی، بھائی چارگی ختم ہورہی ہے۔ ذہنی سکون، قلبی اطمینان، رشتہ وتعلق کی ذمہ داریاں، احباب کی رفاقتیں اور رابطے گھٹتے جارہے ہیں۔ حصول دولت ہی صرف مسلمان کا مقصد زندگی نہیں ہے بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی مسلمانوں کا مقصد زندگی ہے اور ایمان کا جز ہے۔ مال و دولت ایمان کے منافی نہیں ہے لیکن کثرت مال ایمان کی بہت بڑی آزمائش ضرور ہے۔ محض مادی اسباب و وسائل کی فراہمی اور فراوانی کامیابی اور خوش قسمتی کی دلیل نہیں ہے بلکہ اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے جو اللہ کی عبادت اور اطاعت یعنی افعال خیر اختیار کرنے میں ہے۔ ●●

امریکہ، ایران تعلقات کا نیا باب شروع ہورہا ہے

نیر زیدی (واشنگٹن)

امریکی صدر بارک اوباما نے ایران، امریکہ تعلقات کے حوالے سے ایک بڑی رکاوٹ کو عبور کرلیا۔ آیت اللہ خامنہ ای، دوسرے ایرانی لیڈروں اور ایرانی عوام کے لئے ایک ویڈیو پیغام میں انھوں نے ایران کو ''اسلامی جمہوریہ ایران'' کے نام سے مخاطب کیا۔ بالآخر تیس برس کے بعد دنیا کی ایک سپر پاور نے ایک چھوٹے سے ملک کے اسلامی انقلاب کو قبول کرلیا اور اس حوالے سے ایران کے اسلامی تشخص کو مان لیا ہے۔ اس میں اور دوسرے ممالک کے اسلامی تشخص کو ماننے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جب باکسر محمد علی نے سونی لسٹن کو ۱۹۶۴ء میں ہرانے کے بعد اپنے اسلامی تشخص اور اسلامی نام کا اعلان کیا تو ریاستہائے متحدہ امریکہ کے عیسائیوں نے، جن میں ان کے نیگرو بھائی بھی شامل تھے، ان کا نیا تشخص قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے انہیں بدستور ان کے سابق عیسائی نام یعنی Cassius Clay سے مخاطب کیا۔ بہت سے لوگ جان بوجھ کر انہیں کلے کہتے تھے۔ باکسنگ کے رنگ میں ان کے بعض مدمقابل باکسروں نے انہیں کلے کہہ کر چھیڑنے اور غصہ دلانے کی کوشش کی۔ محمد علی اس زمانے میں اپنے شباب پر تھے، چنانچہ وہ کہنے والے باکسر کی ٹھکائی کرتے اور کہتے کہ وہ کلے نہیں بلکہ محمد علی ہیں۔

مجھے ایران کے اصرار پر کہ اس کے ۱۹۷۹ء کے اسلامی انقلاب کو قبول کیا جائے اور امریکہ کے انکار اور باکسر محمد علی کے واقعات میں مماثلت نظر آتی ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ نے ایران کے اسلامی انقلاب کے ''جن'' کو خستہ حال شاہی بوتل میں بند کرنے کی بہت کوشش کی لیکن یہ جن کسی بادشاہ کے استبداد کو قبول کرنے والا نہیں تھا۔ ۱۹۷۹ء کے بعد اسلامی جمہوریہ ایران کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کئی کوششیں کی گئیں۔ ان واقعات میں ایران کے اسلامی انقلاب کے صف اول کے بے شمار لیڈر لقمہ اجل بنے۔ آج تیس برس کے بعد یہ ثابت ہوگیا ہے کہ فروری ۱۹۷۹ء کا انقلاب اب لوگوں کی رگوں میں سرایت کرگیا ہے۔

ایران کو Axis of Evil کا حصہ قرار دینے والے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے تازہ ترین صدر بارک اوباما نے اپنے پیغام میں ایران سے کہا ہے کہ ''ریاستہائے متحدہ امریکہ چاہتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران اقوام عالم کی کمیونٹی میں اپنا وہ مقام سنبھالے، جس کا وہ مستحق ہے۔ اسے ایران اور امریکہ کے باہمی تعلقات کے ایک نئے باب کا آغاز قرار دیا جاسکتا ہے''۔

ایران نے اس مقام پر پہنچنے کے لئے اپنے نظریات اور پالیسیوں میں تبدیلی نہیں کی۔ اوباما کا یہ پیغام ۲۱؍مارچ کو بھیجا گیا۔ ۲۱؍مارچ موسم بہار کا پہلا دن ہوتا ہے اور ایرانی سال کا پہلا دن بھی، جسے نوروز کہتے ہیں۔ حسن اتفاق سے اسی دن اسرائیل نے ایرانی عوام کو نئے سال کی مبارکباد کا پیغام بھیجا لیکن اس نے انکار کیا ہے کہ اسرائیل اور امریکہ میں ان پیغامات کے بیک وقت بھیجے جانے پر کوئی صلاح مشورہ ہوا تھا۔

ایرانی حکومت نے محتاط ردعمل ظاہر کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ صدر بارک اوباما کے مثبت پیغام کے بعد ٹھوس اقدامات بھی سامنے آنے چاہئیں، ان کی تفصیل نہیں دی گئی۔ اگر ایران اور امریکہ کے باہمی تعلقات بحال ہوئے تو یقیناً امریکہ کو بعض واقعات کے حوالے سے تاوان بھی ادا کرنا ہوگا۔ امریکہ لاکربی میں ایک امریکی ایئر لائنز کے مسافر بردار طیارے کے حادثے کی ذمے داری کے لئے لیبیا سے نقد تاوان وصول کرچکا ہے۔ ایران بھی یقیناً تاوان کا مطالبہ کرے گا مگر اس کے علاوہ پس پردہ مسائل بھی موجود ہیں۔

اسرائیل نے پس پردہ صدر بارک اوباما کو وارننگ دی ہے کہ ۲۰۰۹ء کے اواخر تک ایران اتنی ایٹمی صلاحیت حاصل کرچکا ہوگا کہ اگر وہ ایٹم بم بنانا چاہے تو بنا سکے گا۔ وہائٹ ہاؤس کے حکام نے، جو ان باتوں سے واقف ہیں، اپنا نام ظاہر کئے بغیر میڈیا کو بتایا ہے کہ اسرائیل نے یہ تاثر دیا ہے کہ اگر صدر بارک اوباما کی ڈپلومیسی سال کے آخر تک کامیاب نہ ہوئی تو اسرائیل ایران کی ایٹمی تنصیبات کو یکطرفہ فیصلے کے تحت تباہ کردے گا۔ دوسری طرف وہائٹ ہاؤس ایران کو یقین دلا رہا ہے کہ صدر بارک اوباما کا پیغام اخلاص پر مبنی ہے اور یہ امریکہ، ایران تعلقات میں ایک طویل المیعاد اور خوشگوار تبدیلی کی پہلی منزل ہے۔ اب ایرانی بھی امریکی اخبارات اور ٹی وی چینلز کو مانیٹر کرتے ہیں۔ صدر بارک اوباما کا پیغام کچھ کہہ رہا ہے اور میڈیا میں نامعلوم افسران کچھ اور۔ یہ تو وہی ہوا کہ ''بغل میں چھری اور منھ پہ رام رام''۔

اسرائیلی عناصر امریکی سیاست سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ۲۰۱۰ء کے شروع میں مڈٹرم انتخابات میں ایک سال سے بھی کم عرصہ رہ جائے گا۔ صدر بارک اوباما خود ۲۰۱۲ء میں دوبارہ صدارتی الیکشن لڑیں گے۔ ان کے ساتھ ہی کانگریس کے ۴۳۵ اراکین اور سینیٹ کے ۳۳ اراکین بھی الیکشن لڑیں گے۔ یہ اسرائیل کے لئے سیاسی دباؤ ڈالنے کا بہترین موقع ہوگا تاکہ اعتدال پسند ڈیموکریٹس کو شکست دی جائے اور بارک اوباما کی طاقت کو کم کیا جائے۔ اگر ایرانی سمجھتے ہیں کہ یہ ڈپلومیسی صرف ۹ ماہ کا چکمہ ہے تو انہیں انتظار کرنا چاہئے ورنہ تیس برس کی قربانیاں رائیگاں جاسکتی ہیں۔ ●●

ڈالر کے متبادل نئی عالمی کرنسی کی تجویز

میاں علی رضا

اوباما انتظامیہ جس کو آج کل اپنی گرتی ہوئی معیشت کو معمول پر لانے کے لئے ہر طرف سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے، ان حالات میں جب امریکہ میں بیروزگار ہونے والے افراد کی تعداد ۶۵ لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے، اوباما کابینہ میں موجود دانشور اور دنیا کے ذہین ترین افراد پر مشتمل تھنک ٹینک بھی اس مسئلے کا حل نکالنے سے قاصر ہیں، کچھ عرصہ قبل پوری دنیا امریکی اقتصادیات، دفاعی ترقی اور خوشحالی پر رشک کرتی تھی اور دنیا کے ترقی یافتہ شہروں نیویارک، کیلیفورنیا، الاسکا اور لاس اینجلس کی ترقی اور خوبصورتی کے گیت گاتی تھی۔ یہ شہر خوبصورتی کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ان شہروں کی فلک بوس عمارتیں سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز بنی ہوئی تھیں مگر موجودہ مالی بحران نے ان کی چمک اور دلکشی کو ماند کردیا ہے۔ معاشی بحران کی وجہ سے ان شہروں کے اندر بیروزگار افراد کے شہر آباد ہوچکے ہیں، جن کو ''ٹینٹ سٹی'' کا نام دیا جاچکا ہے۔ امریکہ جتنا عرصہ بھی پوری دنیا پر حکومت کرتا رہا ہے، اس کی وجہ اس کی مضبوط معیشت اور ڈالر کا بطور عالمی کرنسی بننا تھا کیونکہ دنیا میں موجود تقریباً تمام ریزروز ڈالر میں موجود ہوتے تھے۔ دوسری طرف عرب سے نکلنے والے تیل کا ریٹ لندن اور نیویارک سے نکلتا تھا۔ مگر وہ بھی ڈالروں میں جس کی بنا پر اس نے عالمی سطح پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی تھی۔ امریکہ پہلے ہی معاشی بحران کا شکار ہے جو کہ روز بروز سنگین سے سنگین تر ہوتا جارہا ہے۔ امریکہ میں آنے والے معاشی بحران کی وجہ سے تقریباً پوری دنیا متاثر ہوئی اس کی وجہ ڈالر ہی تھے کیونکہ ڈالر کو عالمی کرنسی کا درجہ حاصل ہے۔ عالمی تجزیہ نگاروں کے مطابق سرد جنگ کے دوران جس طرح امریکہ نے روس کا قلع قمع کیا تھا بالکل اسی طرح روس نے بھی امریکہ کی اجارہ داری کو جڑ سے ختم کرنے کی منصوبہ بندی کرلی ہے۔ اس میں اس کا بھرپور ساتھ مستقبل کی عالمی معاشی طاقت چین دے رہا ہے۔ افغان جنگ نے روس کو نہ صرف دیوالیہ بنا دیا تھا بلکہ اس کا سپر پاور ہونے کا بھرم بھی توڑ دیا تھا۔ جو چال امریکہ نے روس کو ختم کرنے کے لئے چند دہائیوں سے چلی تھی بالکل اسی طرح روس نے بھی امریکہ سے اپنی شکست کا بدلہ کافی حد تک لے لیا ہے۔

روس نے امریکی کرنسی کی گرتی ہوئی ساکھ کو مدنظر رکھتے ہوئے عالمی تجارت کو فروغ دینے کے لئے ڈالر کے متبادل نئی بین الاقوامی کرنسی رائج کرنے کی پیشکش کردی ہے جبکہ چین نے روس کی اس پیشکش کا خیر مقدم کیا ہے۔ چینی سینٹرل بینک کے گورنر نے روس کی اس پیشکش کو تقویت دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ جی۔۲۰ سربراہ اجلاس میں اس معاملے پر بات چیت کے لئے تیار ہیں، اس سے قبل روس نے جی۔۲۰ ممالک کو تجویز پیش کی تھی کہ عالمی مالیاتی ادارے آئی ایم ایف کو ڈالر کے متبادل نئی سپر نیشنل کرنسی رائج کرنے کا جائزہ لینا چاہئے اور قومی بینکوں اور مالیاتی اداروں کے غیر ملکی ذخائر کو تبدیل کرنے پر مجبور کرنا چاہئے۔ روس کا کہنا ہے کہ اس ضمن میں آئی ایم ایف کو کردار ادا کرنا ہوگا۔ چین کے مرکزی بینک پیپلز بینک آف چائنا کے گورنر ''ہاؤزیاؤکوآن'' نے بھی روس کی تجویز کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ نئی عالمی کرنسی کے معاملے پر جی۔۲۰ سربراہ اجلاس میں بات چیت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس موقع پر چین کے صدر ہوجن تاؤ اور روسی صدر دیمتری یدوف کے درمیان ملاقات بھی متوقع ہے۔ روس کی جانب سے امریکی معاشی نظام پر تنقید اور چین کا خیر مقدم امریکی زوال کے لئے آخری ضرب بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ روس اب اس مسئلے کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کے لئے کوشاں ہے، جس میں چین اس کا بھرپور ساتھ دے رہا ہے۔ سوئٹزر لینڈ کے شہر ڈیوس میں ہونے والے عالمی اقتصادی فورم کے اجلاس میں روسی وزیر اعظم پوتن نے امریکہ پر برملا تنقید کرتے ہوئے کہا تھا کہ Excessive dependence on a single reserve currency is dangerous for the global economy.

ترجمہ: ''ایک ہی کرنسی میں ذخائر پر اندھا دھند اعتماد عالمی اقتصادیات کے لئے خطرناک ہے''۔ پوتن کا یہ جملہ امریکہ پر کھلی تنقید کے مترادف ہے۔ پوتن نے امریکی ڈالر کی گرتی ہوئی ساکھ پر تنقید کرتے ہوئے اسے ردی کا ڈھیر بھی کہا تھا۔ روسی وزیر اعظم نے ڈیوس میں کھلے اور شفاف الفاظ میں امریکی معاشی بدحالی اور موجودہ عالمی بحران کا ذمہ دار امریکہ کو ٹھہرایا ہے۔

عالمی تجزیہ نگاروں کے مطابق نہ صرف چین اور روس بلکہ ساری دنیا ہی اس بحران کا ذمہ دار امریکہ کو ٹھہرا رہی ہے، جس کی وجہ سے عالمی منظر پر روس کو اہمیت دی جارہی ہے۔ چین کے وزیر اعظم ''وین جیاباؤ'' نے ڈیوس میں اپنی تقریر میں امریکہ میں موجود سرمایہ کاری نظام پر تنقید کرتے ہوئے عالمی بحران کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا۔ چینی وزیر اعظم نے ڈیوس میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے چینی

باقی صفحہ ۶ پر

بقیہ: انّا اعطینٰک الکوثر

اللہ نہ ہو وہ ناقابل التفات ہی ٹھہرے گی۔ انبیاء کرام زمین کے چپہ چپہ گوشہ گوشہ میں ہر ایک تہذیب وتمدن، زبان و وطن حتیٰ کہ تمام گروہ انسانی کی ربانی اصلاح کے لیے بھیجے گئے تاکہ اللہ کی جانب سے اتمام حجت بھی ہو جائے (و لکل امۃ رسول۔ یونس ۴۷) (وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ ابراہیم ۴) اور بنی نوع آدم کو سیدھی راہ اپنانے کے مواقع بھی ملتے رہیں۔ اس نوعیت کے اور اس درجہ کے اہتمام کے بعد بھی انسان نے نہ صرف سرکشی، بغض وعداوت کا رویہ اختیار کیا بلکہ کچھ ہی عرصہ بعد تعلیمات خداوندی و ارشادات انبیاء کی اصل حیثیت میں آمیزش کر کے کچھ کا کچھ بنا ڈالا۔ چنانچہ آج جہاں بھر میں جہاں بھی خیر کے جو بھی باقیات ہمیں محسوس ہوتے ہیں وہ اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ نبوت و رسالت کے ابر نیساں کا ظہور ضرور ہوا تھا اور خشک وبنجر زمین میں کاشت کاری ضرور کی گئی تھی اور ان میں موجود حکایات و رسومات وخرافات کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ انبیائی تعلیمات میں کیسے اور کس درجہ انسانی شرکاریوں کا نفوذ ہوا ہوگا۔ دور کیوں جائیں! اگر ان معدودے چند انبیاء پر جن کا بطور مثال تذکرہ قرآن کریم نے کیا ہے غور کیا جائے تو حقیقت واقعی کھل کر سامنے آجائے گی۔ انسانی تخریب کاری کی زندہ مثال بنی اسرائیل کی سرگزشت بالخصوص حضرات موسیٰ وعیسیٰ کی قوم کی ہے۔ ظاہر ہے یہ انسانی ذریت ہی تھی جس نے اللہ کے نبی کو 'نعوذ باللہ اللہ کا بیٹا بنا ڈالا' اور ایک خدا کی تقسیم در تقسیم کر کے کروڑوں خدا بنا ڈالے اور اللہ کے برگزیدہ بندوں اور پیغام بروں کو خدا کی صف میں لا کھڑا کیا۔ اس سے انسانی شر وشرارت کی وسعت، گہرائی وگیرائی کا ہلکا سا اندازہ ہو ہی جاتا ہے۔

اس تحریر میں ان اُمور ورموز کی طرف اشارہ مقصود تھا کہ سرور عالمؐ نے تاریخ انسانی کی گردشوں اور انسانی فتنہ وفساد اور تباہ کاریوں کے علی الرغم اپنی ذات کو الٰہی ہدایات کے مطابق قیامت تک سارے جہاں والوں کے لیے اسوۂ حسنہ کی حیثیت میں پیش کیا اور اپنے اصحاب کی وہ عظیم الشان تربیت وتنظیم فرمائی کہ دنیا آج بھی خیر کے ان اثرات جاریہ پر انگشت بدنداں ہے۔ بالخصوص آں محترم 'نبی مکرم' سرور دو عالمؐ نے دین اسلام کی اصل بنیادوں کی حفاظت کا ایسا کچھ اہتمام 'انتظام و انصرام کیا کہ اب رہتی دنیا تک اللہ کا دین روشن وتابندہ رہے گا تاکہ جویانِ حق اس کی واضح وتبین روشنی سے اپنے وجود دنیا و آخرت اور دل ودماغ کو روشن کرسکیں۔

●●

بقیہ: خلیجی ممالک کی سیاست......

اور خواہشات کی تکمیل کے لئے یکساں مواقع فراہم کرنے کا مطالبہ کریں۔ سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں خواتین کو شامل ہونے کی اجازت نہ ملنے کے باعث سعودی عرب اپنے بعض بہترین دماغوں کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہ گیا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عورتوں کے حوالے سے منفی ذہنیت کو تبدیل ہونے میں پوری ایک نسل جتنا وقت لگے گا تاہم الفائض کے تقرر سے لگتا ہے کہ ملک میں خواتین کو ان کے حقوق دینے کے ایجنڈے پر پیش رفت ہورہی ہے اور حالات جلدی درست ہوجائیں گے۔

نوری الفائض کا تقرر اگرچہ درست سمت میں اٹھایا گیا ایک اہم قدم ہے لیکن محض اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ سعودی عرب کی خواتین کی نگاہیں یہ دیکھنے کے لئے نوری الفائض پر جمی ہوئی ہیں کہ وہ صورتحال کو تبدیل کر پائیں گی یا نہیں۔

رافیہ الطالعی اومانی رائٹر اور گلف فورم برائے شہریت کی پروگرام ڈائریکٹر ہیں۔ ثمر فتانے سعودی عرب میں ریڈیو سے وابستہ صحافی ہیں۔

●●

بقیہ: انتخابات میں ذات پات کا کردار

سی) تینوں اکالی دل کو۔ راجستھان کی ۲۵ میں سے سات محفوظ (چار ایس سی تین ایس ٹی) لوک جن شکتی پارٹی اور آر جے ڈی کو دو۔ دو اور بی جے پی، کانگریس اور جنتادل متحدہ کو ایک ایک۔ تمل ناڈو کی ۳۹ میں سے سات محفوظ (ساتوں ایس سی)، تین ڈی ایم کے، ایک ایک کانگریس، سی پی آئی، ایم ڈی ایم کے اور پی ایم کے کو۔ اُترپردیش کی ۸۰ میں سے سترہ محفوظ (تمام ایس سی) سات ایس پی پانچ بی ایس پی، تین بی جے پی ایک ایک کانگریس اور آر ایل آئی کو۔ اتراکھنڈ کی ۵ میں سے ایک محفوظ (ایس سی) سماج وادی پارٹی کو، مغربی بنگال کی ۴۲ میں سے دس محفوظ (آٹھ ایس سی دو ایس ٹی) پانچ سی پی ایم دو آر ایس پی، ایک فارورڈ بلاک۔ دادر میں ایک (ایس ٹی) بی این پی، دہلی میں سات میں سے ایک محفوظ، کانگریس کو لکشدیپ ایک (ایس ٹی) جنتادل متحدہ، منی پور ایک محفوظ (ایس ٹی) آزاد کو، تریپورہ میں دو میں سے ایک محفوظ (ایس ٹی) سی پی ایم کو، میزورم میں ایک محفوظ (ایس ٹی) ایم این ایف کو۔

●●

بقیہ: فاقہ کش عوام اور کروڑ پتی نمائندے

اڑیسہ کے اس علاقہ تک محدود نہیں ہے۔ ہر گلی ہر سڑک کوچہ بازار، فٹ پاتھ پر کیڑوں مکوڑوں کی طرح پھرنے والے انسان، ان سرمایہ داروں کو اپنی حیثیت اور شان وشوکت کا احساس کراتے رہتے ہیں، آئندہ چند روز میں ہونے والے پارلیمنٹ اور اسمبلی انتخابات میں خود مذکورہ بالا علاقہ کے لوگوں کو کم از کم چار کروڑ پتیوں کو اپنی نمائندگی کے لئے منتخب کریں گے ان نمائندوں نے حلف ناموں کے ذریعہ اپنے کروڑ پتی ہونے کا اعتراف کیا ہے ظاہر ہے یہ دولت تو نمبر ایک کی ہوگی نمبر دو کی دولت کا حلف نامہ کون دے سکتا ہے۔ ان کروڑ پتیوں میں تین بی جے پی کے اور ایک بیجو جنتادل کا ہے کانگریس کے امیدوار نے اپنی مالیت ایک کروڑ سے دس لاکھ روپے کم بتائی ہے۔ ۳۵ سالہ کالی کیش نرائن سنگھ دیو ولد سینئر بی جے ڈی وزیر اے یو سنگھ دیو جو دون اسکول کے تعلیم یافتہ ہیں اور ۲۰۰۴ء کے الیکشن میں اڑیسہ اسمبلی کے لئے سینالا سے منتخب ہوچکے ہیں انہوں نے اپنی منقولہ وغیر منقولہ پراپرٹی ۲٫۶۳ کروڑ روپے کی بتائی ہے۔ ان کے پاس بولنگیر میں شیلا شری پیلس کے مشیری دہلی کے وسنت وہار علاقہ میں کئی اپارٹمنٹ، بھونیشور میں گورنر ہاؤس سے متصل ایک بیش قیمت پلاٹ، گوڑگاؤں اور بولنگیر میں زمینیں اور ۱٫۲ کروڑ کے شیئرز، پوسٹل سیونگ اور ڈبنچر بھی ہیں۔ کئی گاڑیاں بھی ہیں۔ ان کے حریف بی جے پی کے امیدوار موجودہ ممبر پارلیمنٹ سنجیتا سنگھ دیو نے اپنے حلف نامہ میں ۲٫۸۵ روپے کی مالیت بیان کی ہے۔ کانگریس کے امیدوار نرسنگھ مشرا نے اپنی مالیت ۹۰ لاکھ روپے ٹیٹا گڑھ اسمبلی حلقہ سے بی جے پی کے امیدوار کنک وردن سنگھ دیو ۱٫۵ کروڑ۔ بکرم کیشری دیو نے ۳٫۷ کروڑ ظاہر کی ہے۔ وہ کالاہانڈی کے سابق مہاراجہ کے صاحبزادہ اور سینٹ اسٹیفن کالج کے گریجویٹ ہیں۔ نئی دہلی کے ساتھ ساتھ ایکسٹنشن میں ان کے مکان کی قیمت تین کروڑ بتائی گئی ہے۔

●●

بقیہ: ایران کو امریکی پیشکش، ایک اہم ٹرننگ پوائنٹ

ہے، چاہے اس کے لئے معاہدے توڑنے پڑیں، وعدہ خلافی کرنی پڑے۔ کسی ملک پر چڑھائی کرنے پڑے یا پھر کسی دوست کو دشمن یا دشمن کو دوست قرار دینا پڑے۔ امریکہ میں صدارت کی تبدیلی سے بہت سے لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ شاید اب پورا منظر تبدیل ہوجائے گا یا بہت سی انقلابی اور خوشگوار تبدیلیاں رونما ہوں گی، جبکہ امریکہ میں اتنا مربوط نظام ہے کہ جس میں کسی قسم کی نمایاں تبدیلی لانا آسان نہیں۔ ہاں اوباما کے آنے سے اتنا تو ہوگا کہ طریقہ کار اور انداز تو تبدیل ہوجائیں گے لیکن اس سے بنیادی پالیسیاں تبدیل نہیں ہوں گی۔ ایران کو بات چیت کی پیشکش اور دوطرفہ تعلقات معمول پر لانے کی خواہش امریکہ کا نیا طریقہ کار یا حکمت عملی تو ہوسکتا ہے، مگر امریکہ کی سوچ اور پالیسی میں بنیادی تبدیلی نہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ایرانی قیادت نے امریکی آفر کا فوری جواب دینے میں پس وپیش کا اظہار کیا ہے یا وہ امریکی پیشکش کا تمام پہلوؤں سے جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ اب جبکہ امریکہ ایران سے اپنا موقف منوانے کے لئے براہ راست جنگ اور براہ راست مذاکرات کے لئے تقریباً ہر حربہ استعمال کرچکا ہے۔ لہٰذا یہ دو آپشن ہی بچتے ہیں جن پر اب کام شروع ہوچکا ہے، لیکن پہلے مذاکرات اور گفت وشنید کا سلسلہ رہے گا۔ ویسے تو امریکہ کی جانب سے ایران کو مذاکرات کی پیشکش میں پہل کرنا ایران کی سیاسی محاذ پر فتح قرار دیا جاسکتا ہے، مگر درحقیقت امریکہ اپنی اس آفر سے کئی جہتوں میں فائدہ اٹھانے کا خواہشمند ہے۔ اپنی اس آفر سے اوباما نے عالمی برادری کو یہ پیغام دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ اپنے پیش رو جارج ڈبلیو بش سے مختلف ہیں جس سے دنیا کو اوباما کا ''سافٹ امیج'' ملے گا۔ ساتھ ہی یہ میسیج بھی جائے گا کہ امریکہ تو معاملات کے حل میں مخلص ہے، جس کے لئے وہ ایران سے بات چیت کے لئے بھی تیار ہے۔ لہٰذا اوباما نے نوروز کے موقع پر ویڈیو ریلیز کر کے اور ایران کو دوستی کا پیغام دے کر گیند ایران کے کورٹ میں پھینک دی ہے۔ اب اگر ایران امریکہ کا اسی طرح کا نرم پیغام نہیں دیتا اور اپنے نیوکلیئر پروگرام پر بضد رہتا ہے تو اس طرح مستقبل میں امریکہ کو ایران کے خلاف کسی سخت کارروائی کے لئے عالمی برادری کی حمایت کے حصول میں آسانی رہے گی۔ اس وقت امریکہ کے لئے سب سے اہم اور مرکزی ایشو افغانستان بن چکا ہے۔ جہاں اسے گزشتہ آٹھ سالوں سے بے بہا مالی وعسکری وسائل صرف کرنے کے باوجود پے درپے ناکامیوں کا سامنا ہے۔ امریکہ اس سلسلے میں ایران سے مدد کا خواہشمند ہے، جس میں سب سے نمایاں ایران کے راستے افغانستان کے لئے متبادل ناٹو سپلائی لائن کا حصول ہے۔ پاکستان سے افغانستان کے لئے ناٹو سپلائی لائن اب تقریباً غیر محفوظ ہوچکی ہے، جہاں گزشتہ کئی ماہ سے مسلسل حملے کئے جارہے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں گفت وشنید کے لئے اس ہفتے ماسکو میں ہونے والی شنگھائی کوآپریشن آرگنائزیشن (SCO) کے اجلاس میں ایران امریکہ وفود کی ملاقاتیں متوقع ہیں جس میں ایران بطور آبزرور شرکت کر رہا ہے۔ اسی طرح ۳۱؍مارچ کو ہالینڈ کے شہر ہیگ میں افغانستان کی موجودہ صورتحال پر غور وخوض کے لئے بلائی جانے والی کانفرنس میں بھی ایران کو مدعو کیا گیا ہے۔ جہاں پر امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن کے ایرانی وفد سے ملاقات کے نمایاں امکانات ہیں۔ اسی طرح جون میں اٹلی کے شہر ٹریسٹی میں وزرائے خارجہ کی میٹنگ افغانستان کے حوالے سے بات چیت کے لئے اٹلی نے باضابطہ ایران کو دعوت نامہ جاری کردیا ہے۔ امریکہ کی افغانستان میں ایران سے مدد درحقیقت شمالی اتحاد یا اینٹی طالبان عناصر کی حمایت حاصل کرنا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب اوباما نے ایرانی سال نو کے موقع پر بذریعہ ویڈیو ایران کو خیر سگالی کا پیغام بھیجا اس وقت ایرانی وزیر خارجہ منوچہر متقی شمالی افغانستان میں جشن نوروز منا رہے تھے۔ اسی طرح عراق میں آبادی کا ایک بڑا حصہ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا ہے جس کی وجہ سے ایران کا وہاں کی آبادی کے بڑے حصے پر خاصا اثر ورسوخ ہے۔ اگر امریکہ ایران سے تعلقات بہتر بنانے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو اس سے اسے عراق اور افغانستان دونوں محاذوں پر صورتحال کو قابو کرنے میں بڑی حد تک مدد ملے گی۔ دوسری صورت میں اگر ایران اپنی شرائط پر اڑا رہتا ہے یا دونوں ممالک کے تعلقات معمول پر نہیں آتے تو بھی امریکہ کے لئے ایران کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کے لئے حالات سازگار ہوجاتے ہیں۔ جس کے لئے پرو اسرائیل ڈینس راس کی خلیج فارس میں بطور سفیر خاص تعیناتی اپنا پیغام آپ ہے۔ ڈینس راس وہ شخص ہیں جس نے گزشتہ سال ایران کی امریکی تھنک ٹینک کے لئے رپورٹس تیار کی تھیں، جس میں انھوں نے امریکی شرائط نہ ماننے کی صورت میں ایران کے خلاف تفصیلی ملٹری ایکشن پلان ترتیب دیا تھا۔ سال رواں جون میں ایران میں صدارتی انتخابات منعقد ہورہے ہیں جن میں ایران کے موجودہ صدر احمدی نژاد دوسری مدت صدارت کے لئے انتخاب لڑ رہے ہیں، جس کے لئے انھیں سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای کی حمایت بھی حاصل ہے۔ احمدی نژاد کو امریکہ، اسرائیل اور مغربی دنیا کے حوالے سے انتہائی سخت گیر موقف رکھنے والے گروپ میں شمار کیا جاتا ہے، جنھوں نے متعدد بار اسرائیل کو دنیا کے نقشے سے مٹا دینے کی دھمکی دے کر بھی مغرب کو تشویش میں مبتلا کردیا تھا۔ انھوں نے اپنے پیش رو ایرانی صدر خاتمی کے برعکس مغرب اور اٹیمی ایجنسی کے دباؤ پر معطل شدہ پروگراموں کو از سر نو شروع کیا اور اس پر کسی قسم کے دباؤ کو ماننے سے انکار کردیا۔ ایران کے موجودہ صدر احمدی نژاد ۲۰۰۵ء کے انتخابات میں ایرانی قوم کے صدر بش کے خلاف نفرت کے جذبات کو اپنے الیکشن کے منشور میں سب سے نمایاں رکھا، جس میں انھوں نے ایران کے نیوکلیئر پروگرام کو امریکی دباؤ کو مسترد کرتے ہوئے جاری رکھنے کا عندیہ دیا تھا اور امریکہ سے کسی قسم کی بات چیت کے امکانات کو رد کردیا تھا، لیکن امریکہ میں بش کے جانے کے بعد جب امریکہ، ایران مذاکرات اور بہتر تعلقات کی جانب بڑھ رہے ہیں تو یہ دیکھنا ہے کہ اس سے ایران کے انتخابات پر کیا اثرات مرتب ہوں گے، کیونکہ اب ایرانی صدر محمود احمدی نژاد کے پاس صدر بش کے خلاف عوامی نفرت جیسا ایشو نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر ایران میں اقتدار سخت گیر موقف رکھنے والے احمدی نژاد کے ہاتھوں سے نکل کر کسی معتدل یا قدرے لبرل اپروچ رکھنے والے کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے تو پھر بھی ایرانی آئین کے مطابق کسی پالیسی پر آخری مہر ثبت کرنے کا اختیار ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای کے پاس ہے، جس کی وجہ سے اوباما انتظامیہ میں اس بات پر بحث کی جارہی ہے کہ ایران سے تعلقات میں پیش رفت کے لئے آیا ایرانی صدر سے رابطہ کیا جائے یا پھر براہ راست ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای سے رجوع کیا جائے۔

اوباما کی جانب سے ایران کو مذاکرات اور بہتر تعلقات کی پیشکش کو امریکہ ایران کی گزشتہ تیس سالہ تاریخ میں ایک اہم ٹرننگ پوائنٹ قرار دیا جاسکتا ہے، جس کی بنیاد پر خطے کی موجودہ صورتحال پر گہرے اور دوررس اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ اگر معاملات کو دانشمندی اور فہم وفراست سے آگے بڑھایا گیا تو صورتحال میں بہتری آسکتی ہے۔ لیکن ذرا سی لاپروائی اور بے احتیاطی ایک طرف امریکہ ایران تعلقات میں تو بہتری لاسکتی ہے، مگر اس سے ایران اور عرب مخاصمت میں اضافہ ہوسکتا ہے جو کسی طرح بھی خطے کے مفاد میں نہیں ہے۔ امریکہ جو عراق، افغانستان اور مشرق وسطیٰ کی بگڑی ہوئی صورتحال میں ایران سے مدد کا خواستگار ہے، ایسی صورتحال میں ایران کو چاہئے کہ وہ ان ممالک پر کوئی حتمی حکمت عملی اختیار کرنے سے پہلے خطے کے دیگر بالخصوص عرب ممالک کو اعتماد میں لے، تاکہ آنے والے وقت میں کسی قسم کی کشیدگی اور برے اثرات سے بچا جاسکے اور امریکہ کی مداخلت کو خطے میں کم سے کم کیا جاسکے۔

●●

خطوط ومسائل

سود لینے اور بحالت ضرورت سود دینے میں فرق ہے

سہ روزہ دعوت مورخہ ۲۸؍مارچ ۲۰۰۹ء میں اپنے مضمون اسلامی بنکاری پر جناب انتظار نعیم کا مراسلہ پڑھنے کو ملا مراسلہ کا عنوان ہے ''کہیں یہ سود کی پوشیدہ حمایت تو نہیں ہے'' جناب انتظار نعیم صاحب سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ پورا مضمون پڑھے بغیر کوئی رائے قائم فرمائیں گے اور نیتوں پر شک کریں گے۔ پورے مضمون کا محصل یہ ہے کہ سود لینا اور مجبوری میں سود دینا دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں اور سود دینے کا جواز بعض مجبوریوں میں نکل سکتا ہے اور یہ رائے تنہا میری نہیں ہے بلکہ جناب قاضی مجاہد الاسلام مرحوم کی قائم کردہ اسلامی فقہ اکیڈمی کی بھی ہے جس کے ہندوستان بھر کے جید علماء رکن ہیں۔ جسے میں نے اپنے مضمون میں نقل کیا ہے۔ میرے مضمون میں واضح طور پر تحریر ہے کہ سود لینا قطعاً حرام ہے خواہ وہ حکومت ہے، کوئی بنک یا مالیاتی ادارہ ہے اب یہ کہنا کہ دینے والا بھی اپنے آپ کو اس حرام کام کی شرکت سے بری الذمہ قرار نہیں دے سکتا اس کا انحصار حالات قرض پر ہے جس کی وضاحت اسلامی فقہ اکیڈمی کے فیصلے میں موجود ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ سود لینے والا ایک حرام کا مرتکب ہورہا ہے۔ اور روز محشر اس کا انجام دیکھے گا لیکن تصویر کا دوسرا رُخ یہ بھی ہے جسے ماضی میں علماء کرام نے نظر انداز کیا ہے کہ کسی مجبوری میں حاصل کردہ قرض پر سود کی ادائیگی قابل گرفت گناہ ہے یا نہیں یا کم از کم قابل توبہ گناہ ہے یا نہیں۔ کاروباری دنیا کی جو تفصیل میں نے لکھی ہے اور کرنسی کی قدر وقیمت میں مستقلاً گراوٹ آج سے صرف ڈیڑھ سو سال کی دین ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ طویل المدت قرضہ جات کی واپسی میں بعض اوقات سود کی رقم ملا کر بھی اس کی اصل قدر وقیمت بوقت ادائیگی قرض بھی نہیں مل پاتی تو کیا سود کے طور پر موصولہ رقم سود شمار ہوگی۔ زمین کے سلسلے میں علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ اکوائر شدہ زمین کی قیمت پر مالک زمین دعویٰ کرے کہ جو قیمت حکومت دے رہی ہے وہ بازاری قیمت سے کم ہے اور عدالت اس کے دعوے کو تسلیم کرلے اور مطلوبہ قیمت جو سود مالک زمین کو ملے تو یہ سود شمار نہیں ہوگا۔ یہی فیصلہ اسلامی فقہ اکیڈمی اور دارالعلوم دیوبند کا ہے۔ آج کے حالات میں انڈسٹریز کا قیام ملک اور ملت دونوں کی ضرورت ہے اور آج کے حالات میں بڑے کارخانوں کے لئے سرمایہ خاص طور پر سرمایہ منجمد حصص کی فروخت سے نہیں مل سکتا۔ ایسی حالت میں سرمایہ کا حصول سوائے بذریعہ ادائیگی سود کسی اور ذریعہ سے ممکن نہیں ہے۔ انتظار نعیم صاحب سے میری درخواست ہے کہ وہ اپنے خیالات کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی مضمون تحریر فرمائیں خاص طور پر شرعی گنجائشوں کی وسعتوں کو بیان فرمائیں۔ نیز یہ واضح فرمادیں کہ وہ سود لینے اور سود دینے کو دو علیحدہ چیزیں کیوں تسلیم نہیں فرماتے۔ ایک درخواست اور بھی ہے کہ اس ضمن میں مولانا تقی امینی صاحب کی کتاب ''احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت'' شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی کا مطالعہ ضرور فرمالیں۔ مزید برآں یہ بھی تحریر کردوں کہ مولانا مودودیؒ صاحب کی پوری کتاب سود لینے کے موضوع پر منحصر ہے یا طویل المدت صنعتی قرضہ جات پر ظنی شکوک وشبہات پر مشتمل ہے۔ اور صفحہ ۷۲ تا ۷۵ کو میں نے اس خط کے لکھنے سے قبل ایک بار پھر پڑھا ہے اور میری ذاتی رائے ہے کہ سود لینا اور مجبوریوں میں سود دینا دو علیحدہ علیحدہ خبریں ہیں۔ قدر وقیمت کی گراوٹ پر بھی توجہ ملحوظ رکھیں۔

حکیم ظل الرحمٰن، بی ۲۹۔ جوہری فارم جامعہ نگر دہلی

انتخابات میں ہماری ترجیحات کیا ہوں

ممتاز مسلم دانشور اور سیاسی رہنما سید شہاب الدین آنے والے انتخابات پر مسلمانوں کی ترجیحات پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلم انڈیا کے تازہ شمارہ میں رقم طراز ہیں: ''اگر کسی حلقہ انتخاب میں ایک سے زیادہ سیکولر پارٹیاں میدان میں اتر آئی ہوں تو مسلم ووٹروں کو صرف اسی پارٹی یا امیدوار کے حق میں اپنی رائے کا استعمال کرنا چاہئے جو واضح اور علانیہ طور پر مسلم ملت کے اس مطالبہ کو تسلیم کرے کہ اس ملک میں مسلمان قوم ایک پسماندہ قوم (بیک ورڈ کلاس) کی حیثیت رکھتی ہے جیسا کہ سچر کمیٹی نے ثابت کیا ہے کہ مسلمان مجموعی طور پر اسی طرح پسماندہ ہوچکے ہیں جیسے کہ شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کے لوگ ہیں اور اس کی حالت دیگر پسماندہ اقوام سے بھی بدتر ہے چنانچہ اقلیتوں کے سلسلہ میں مشرا کمیشن کی سفارشات کے مطابق سرکاری ملازمتوں، اعلیٰ تعلیم، معاشرتی ترقی کے وسائل میں ۱۵ فیصد ریزرویشن مہیا کرایا جائے اور اس میں سے دس فیصد مسلمانوں کے لئے مخصوص کیا جائے۔ اس طرح کے ریزرویشن کے بغیر مسلمان اپنے پیروں پر کھڑے نہ ہوسکیں گے اور ملک کے وسائل اور قوت کے سرچشموں میں سے کوئی حصہ حاصل کرنے کے اہل نہ ہوسکیں گے اور ترقی کی منازل طے نہ کرسکیں گے۔'' جناب شہاب الدین صاحب کی یہ تجویز بروقت اور مناسب ہے کہ مسلمانوں کی تمام جماعتیں ادارے اور حلقے مسلمانوں کی مجموعی طور پر پسماندگی کے پیش نظر ان کو ملک کے تمام وسائل اور ملازمتوں میں دس فیصد ریزرویشن دلانے کا وعدہ تحریری طور پر سیکولر جماعتوں کے امیدواروں سے حاصل کریں اور اس معاملے میں قول وقرار کا مطالبہ کریں اور اس طرح کہ یقین دہانی کے بغیر انہیں ووٹ دینے کا وعدہ نہ کریں۔ یہ مطالبہ ۱۹۶۷ء کے مسلم مجلس مشاورت کے چارٹر آف ڈیمانڈ کی طرح موجودہ احوال کے تناظر میں بے حد اہمیت کا حامل ہے اور ہمارا خیال ہے کہ اس طرح کی تجویزیں مسلمانوں کے مختلف فورم منظور کریں گے۔

سید عبدالباری

عوام کو منظّم کرنے کی کوشش رنگ لائے گی

۱۶؍مارچ کے خبر ونظر کو بڑا احساس پایا۔ آخری پیراگراف کی یہ عبارت کہ ''اس کے باوجود آج کی انتخابی سیاست بے کرداروں کے ہاتھوں میں ہے۔ ملکی عوام کی بہت بڑی تعداد صاف ستھری سیاست کی خواہش مند پائی جاتی ہے۔ چونکہ یہ عوام منظم نہیں ہیں۔ اس لئے بدعنوان سیاسی عناصر ان کا استحصال کرتے ہیں لیکن اگر اس خاموش تعداد کو منظم اور متحرک کرنے کی کوشش کی جائے تو سیاسی نقشہ بدل سکتا ہے۔'' اس عبارت کا یہ حصہ کہ ''عوام منظم نہیں ہیں'' نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ حیدرآباد سے اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ اس کی کوشش کی جارہی ہے کہ ''عوام کی ذہنی طور پر منظم کیا جائے''۔ کوشش بہرحال کوشش ہے۔ ضروری نہیں کہ جماعت اسلامی کو اس میں صدفی صد کامیابی حاصل ہو، لیکن اس کا جتنا بھی اثر رنگ لائے گا مستقبل میں ہمارے لئے راہیں ہموار کرے گا اور بقیہ ریاستوں کے لئے مثال اور کام کے لئے راہیں آسان کرے گا۔ ہمارے ملک پر اس کے اثرات انشاء اللہ ضرور نظر آئیں گے۔

ابو المجاہد احمد جریر، بنجارہ ہلز، حیدرآباد

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی- کانگریس ہیڈکوارٹر میں منعقد وزیر داخلہ پی چدمبرم کی پریس کانفرنس میں ایک سکھ صحافی جرنیل سنگھ نے ۱۹۸۴ء کے سکھ مخالف فسادات معاملہ میں جگدیش ٹائٹلر کو کلین چٹ دیئے جانے پر ان پر جوتا پھینک دیا۔ کانگریس نے صحافی کو معاف کردیا ہے۔

● نئی دہلی- لوک جن شکتی پارٹی نے اپنا انتخابی منشور جاری کرتے ہوئے اقلیتوں کے لئے دس فیصد ریزرویشن کا وعدہ کیا ہے۔

● لکھنؤ- سماج وادی پارٹی کے صدر ملائم سنگھ یادو نے بلیا میں ایک انتخابی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اترپردیش میں برسراقتدار بہوجن سماج پارٹی یقیناً جرائم پسند پارٹی ہے۔

● کشن گنج- وزیر ریلوے لالو پرساد یادو نے یہاں ایک انتخابی جلسے میں کہا کہ جب سے سادھوی پرگیا سنگھ ٹھاکر اور دیانند پانڈے جیسے لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے، دہشت گردی کے واقعات میں بہت حد تک کمی آئی ہے۔ انہوں نے ورون گاندھی کی نفرت آمیز تقریر پر کہا کہ اگر وہ وزیر داخلہ ہوتے تو اس کی چھاتی پر رولر چلا دیتے۔ اس پر این ایس اے لگانا درست ہے۔

● رائے گڑھ- کانگریس کے جنرل سکریٹری راہل گاندھی نے بی جے پی کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے کہا کہ گزشتہ الیکشن میں اس نے انڈیا شائننگ کا نعرہ ضرور دیا تھا لیکن درصل ہندوستان کے بجائے صرف بی جے پی کے رہنما ہی چمکتے دمکتے نظر آئے۔

● ممبئی- حکومت مہاراشٹر نے "مندر وہیں بنائیں گے" سی ڈی پر پابندی عائد کردی۔ یہ جانکاری ریاستی وزیر داخلہ (شہری علاقے) عارف نسیم خاں نے دی۔ کسی علاقے میں سی ڈی بجائی گئی تو افسران کے خلاف کارروائی ہوگی۔

● نئی دہلی- مرکزی وزارت داخلہ کے سرحدی نظم معاملوں کے سکریٹری ونے کمار نے یہاں کہا کہ مرکزی حکومت کو پہلے سے خفیہ اطلاع تھی کہ دہشت گرد تنظیم الفا آسام میں حملے کرسکتی ہے۔ پھر بھی افسوس کی بات ہے کہ ہم اسے روکنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ آسام میں چار بم دھماکوں میں دس افراد ہلاک ہوگئے اور ۶۰ سے زائد زخمی ہوگئے۔

● لکھنؤ- الہ آباد ہائی کورٹ کی خصوصی لکھنؤ بنچ نے بی جے پی کے لیڈر ورون گاندھی پر قومی سلامتی قانون لاگو کئے جانے کے خلاف ہائی کورٹ میں داخل مفاد عاملہ کی دو عرضیوں میں سے ایک کو مسترد کردیا ہے جب کہ دوسری عرضی میں ورون کا نام ہٹائے جانے کی ہدایت دی ہے۔

● امبیڈکر نگر- سماج وادی پارٹی کے صدر ملائم سنگھ یادو نے یہاں ایک انتخابی جلسہ میں کہا کہ مرکز کی اگلی حکومت اس کی حمایت کے بغیر نہیں بن سکتی۔

● چنئی- ورون گاندھی، رابڑی دیوی اور لالو پرساد یادو کے بعد اب آندھرا پردیش کانگریس کے صدر ڈی شرینواس نے بھی نظام آباد کی ایک ریلی میں یہ متنازعہ تقریر کی کہ میں اقلیتوں کے فروغ کے لئے اپنا سر کٹا سکتا ہوں لیکن اگر کوئی اقلیتوں کی طرف انگلی اٹھانے کی کوشش کرے گا تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ الیکشن کمیشن نے کارروائی کے لئے ضلع مجسٹریٹ اور الیکٹورل افسر سے رپورٹ طلب کی ہے۔

● نئی دہلی- مرکزی وزیر داخلہ پی چدمبرم نے کہا ہے کہ پارلیمنٹ پر حملہ معاملے میں قصوروار قرار دیئے گئے افضل گرو کی رحم کی اپیل موت کی سزا سنائے گئے ۲۲ زیر التوا معاملے میں سب سے آخری ہے۔ فہرست سے براہ راست افضل کا انتخاب کرنے سے اسے مذہبی رنگ ملے گا۔

● کانپور- سماج وادی پارٹی کے جنرل سکریٹری اعظم خاں نے کہا ہے کہ ملائم سنگھ یادو ہمارے لیڈر ہیں، امر سنگھ بھی برے نہیں ہیں۔ بس کلیان- ملائم قربت پسند نہیں ہے۔ ان کے درمیان دوریاں بڑھنے کا انتظار ہے۔

● نئی دہلی- بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے گجرات کے اپنے ہم منصب نریندر مودی کے ساتھ انتخابی مہم چلانے سے انکار کردیا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے اس کی نفی کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایسا کیوں کریں گے۔

● دیوریا- بی جے پی کے صدر راج ناتھ سنگھ نے یہاں کہا کہ ان کی پارٹی قومی سلامتی ایکٹ کے تحت جیل میں بند پارٹی کے لیڈر ورون گاندھی کی مکمل حمایت کرتی ہے۔ وہ بے قصور ہیں۔

بین الاقوامی

● لاہور- پاکستان سپریم کورٹ نے سابق صدر پرویز مشرف کے خلاف دائر کی گئی عذرداری کو کچھ اعتراضات کے ساتھ واپس کردیا۔ عرضی میں ان کے خلاف دفعہ ۶ کے تحت کارروائی اور ملک سے باہر جانے پر روک لگانے کی درخواست کی گئی تھی۔

● اسلام آباد- طالبان لیڈر بیت اللہ محسود نے دھمکی دی ہے کہ اگر طالبان کو نشانہ بنا کر امریکی میزائل حملے بند نہیں کئے گئے تو پاکستان میں ہر ہفتے دو دھماکے کئے جائیں گے۔

● بغداد- عراق کی ایک عدالت نے سابق امریکی صدر جارج ڈبلیو بش پر جوتا پھینکنے والے صحافی منتظر الزیدی کی سزا تین سال سے گھٹا کر ایک سال کردی۔

● نیویارک- ورلڈ بینک نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ عالمی بحران کے باعث ایشیا میں شرح نمو میں کمی اور بیروزگاری میں مزید اضافہ ہوگا جب کہ آئی ایم ایف کا کہنا ہے کہ بینکوں اور انشورنس کمپنیوں کے ۴۰ کھرب ڈالر ڈوب گئے ہیں۔

● اسلام آباد- پاکستان اور افغانستان کے لئے امریکی صدر کے خصوصی ایلچی رچرڈ ہالبروک نے کہا ہے کہ دہشت گرد پاکستان اور امریکہ کا مشترکہ دشمن ہے اور دہشت گردی مشترکہ مسئلہ ہے۔

● اسلام آباد- پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے کہا ہے کہ پاکستان نے امریکہ کو بتایا ہے کہ پاکستان کی سرزمین پر غیر ملکی فوج برداشت نہیں کی جائے گی۔ مسائل کے حل کے لئے باہمی اعتماد ضروری ہے، ڈرون حملوں کا مسئلہ ابھی بھی حل نہیں ہوا ہے۔ ہم نہ بلینک چیک لیں گے اور نہ ہی بلینک چیک دیں گے۔

● واشنگٹن- اعلیٰ امریکی فوجی کمانڈر ایڈمرل مائک مولین نے کہا ہے کہ پاکستانی فوج کو جن مسائل کا سامنا ہے، امریکہ کو اس کا بخوبی اندازہ ہے اور ایک بار مسائل سمجھ لئے جائیں تو اس کو حل کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

● اسلام آباد- پاکستان کی سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے قتل کے معاملے کی جانچ کرنے والے اقوام متحدہ کے کمیشن کی ایک ۶ رکنی تکنیکی ٹیم رسمی طور پر معاملے کی جانچ کے لئے پاکستان پہنچ گئی۔

● آستانہ- ایران کے صدر محمود احمدی نژاد نے عالمی اقتصادی بحران کے لئے مغرب کو ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے کہا کہ یہ محض مالی بحران نہیں اخلاقی اور نظریاتی بحران بھی ہے جو ثابت کرتا ہے کہ سرمایہ دارانہ معیشت غلط ہے۔

● کولمبو- تمل باغیوں کے تقریباً تمام ٹھکانوں کو تباہ کرنے کے بعد اب ایل ٹی ٹی ای کی اعلیٰ قیادت کو پکڑنے کی کوشش میں مصروف سری لنکائی فوج نے ۳۷ باغیوں کو ماردیا۔

● سان ڈیاگو- افغانستان میں ایک اعلیٰ امریکی اور ناٹو کمانڈر جنرل ڈیوڈ میکیرنن نے کہا ہے کہ افغانستان میں ہزاروں نئے فوجیوں کی آمد کے باوجود اتحادی افواج کو افغان سیکورٹی فورسیز کو مکمل طور پر ذمہ داری سونپنے میں برسوں لگیں گے۔

● کٹھمنڈو- نیپال کے قومی کھیلوں میں آخری لمحات میں ماؤنواز کھلاڑیوں کی شرکت سے ناراض نیپالی فوج نے وزیر اعظم پرچنڈ سے ٹکراؤ کا راستہ اختیار کرتے ہوئے قومی کھیلوں کا بائیکاٹ کردیا ہے۔

● کولمبو- سری لنکا کے صدر مہندر راجپکشے نے کہا ہے کہ اس تصور کو غلط ثابت کردیا گیا ہے کہ تمل باغیوں پر فتح حاصل نہیں کی جاسکتی۔

● واشنگٹن- امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے دفاعی بجٹ میں دو ارب ڈالر کے جاسوسی آلات خریدنے کی تجویز پیش کی ہے۔ اس رقم سے جاسوس طیارے بھی خریدے جائیں۔

● بغداد- عراقی راجدھانی بغداد میں چار کار بم دھماکوں میں ۲۰ افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔

● نیویارک- شمالی کوریا کے طویل فاصلے والے راکٹ تجربہ پر جس نے پوری دنیا کو تشویش میں مبتلا کردیا ہے، سلامتی کونسل کا ہنگامی اجلاس کسی حتمی فیصلے کے بغیر ختم ہوگیا تاہم ارکان نے اس حساس معاملہ پر آئندہ بھی بات چیت کرنے پر اتفاق کیا۔

● اقوام متحدہ- اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے کہا ہے کہ افریقی ملک اریٹیریا نے پڑوسی ملک ویبوتی سے فوجی ہٹانے کے اس کے مطالبے کو مسترد کردیا۔

غم وغصہ کے اظہار کا یہ طریقہ شائستہ نہیں ہے

عبدالحق فلاحی

ہندی روزنامہ "دینک جاگرن" نئی دہلی کے صحافی جرنیل سنگھ کے شدید ردعمل (مرکزی وزیر داخلہ پر جوتا چلانے) کے پس منظر میں اس درد کو سمجھا جاسکتا ہے جو نومبر ۱۹۸۴ء میں پوری سکھ کمیونٹی کو اجتماعی قتل، آتش زنی اور وسیع پیمانہ پر لوٹ مار اور تباہی کی شکل میں راجدھانی دہلی اور ملک کے دیگر شہروں میں دیکھنے کو ملا تھا۔ اس پورے اپی سوڈ میں اہم رول ادا کرنے والے کانگریس کے دو سینئر لیڈر جگدیش ٹائٹلر اور سجن کمار تھے۔ جنھوں نے سکھوں پر حملہ کرنے والی بھیڑ کی قیادت کی تھی اور اسے فساد پر اکسایا تھا۔ جس کے نتیجہ میں بہت سے بے قصور سکھ ناحق مارے گئے اور اپنے پیچھے بیوہ عورتیں اور یتیم بچے اس المناک داستان کو بیان کرنے کے لئے چھوڑ گئے۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کانگریس ہیڈکوارٹر پر منعقدہ پریس کانفرنس میں ہونے والے واقعہ کے لئے سند جواز فراہم کی جائے۔ غم وغصہ کے اظہار کا یہ طریقہ کبھی شریفانہ نہیں کہا جاسکتا اور نہ اسے کسی مہذب، سوسائٹی میں سند جواز عطا کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس پورے واقعہ میں چند پہلو قابل غور ہیں۔ (حالانکہ یہ معاملہ ابھی تحقیق طلب ہے کہ کہیں یہ بی جے پی کی سازش کا ایک حصہ تو نہیں جسے سکھ فرقہ کے ایک فرد کے ذریعہ انجام دیا گیا جیسا کہ کانگریس نے بیان دیا ہے)

(۱) حقیقت یہ ہے کہ حکمراں جماعت نے اعلیٰ تحقیقی ادارے سی بی آئی کے ذریعہ جگدیش ٹائٹلر کو کلین چٹ دلوا کر سکھوں کے زخموں پر نمک پاشی کی ہے اور ان کے ساتھ بھونڈا مذاق کیا ہے۔ ۲۶ سال کا عرصہ گزر جانے پر اب ان سکھ مقتولین کی بیوائیں انصاف کے انتظام میں بوڑھی اور ان کے یتیم بچے جوان ہوگئے ہیں۔ دنیا کے عظیم جمہوری نظام پر یہ ایک بدنما داغ ہے۔ اور اس حکومت کے عہد میں انصاف نہیں مل سکا جو ایک مدت سے مرکز میں برسراقتدار ہے۔

یو پی اے کی چیئرپرسن مسز سونیا گاندھی بیوگی کے درد کو خود محسوس کرسکتی ہیں جن کے شوہر مسٹر راجیو گاندھی کو دہشت گردانہ حملے میں ہلاک کردیا گیا تھا۔ ممکن ہے اقتدار کی مصروفیات، پارٹی کے اندرونی مسائل اور جواں سال بیٹے راہل گاندھی کی تاج پوشی کی فکر نے اس بار غم کو ہلکا کردیا ہو ورنہ لوگ جانتے ہیں کہ کانگریس کی صدارت سے پہلے مسز گاندھی کے بیوگی کے درد کو بخوبی دیکھا اور سمجھا جاسکتا تھا جب موقع بے موقع ہر محفل میں وہ اپنے آنجہانی شوہر کو یاد کرتی رہتی تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ راجیو گاندھی کی شخصیت کے علاوہ ان کے سامنے اور کوئی مسئلہ ہے ہی نہیں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہر حکمراں جماعت اپنی سیاسی ضرورت کے لئے سی بی آئی کو ہمیشہ اپنے مہرے کے طور پر استعمال کرتی رہی ہے۔ اور کانگریس نے یہ شرمناک حرکت کرکے عدالتی کارروائی اور حصول انصاف میں خلل ڈالنے کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اب جب کہ وزیر داخلہ نے یہ کہہ کر پلہ جھاڑ لیا ہے کہ سی بی آئی وزارت داخلہ کے تحت کام نہیں کرتی اور نہ سی بی آئی پر ایسا کرنے کے لئے انہوں نے دباؤ ڈالا تھا تو مسز گاندھی کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے۔

(۲) مسز سونیا گاندھی خود ایک اقلیتی فرقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور گزشتہ چند برسوں میں اڑیسہ، کرناٹک، مدھیہ پردیش اور ملک کے بعض دوسرے حصوں میں فرقہ پرست عناصر کی طرف سے عیسائی کمیونٹی کو جس طرح نشانہ بنایا گیا ہے وہ مسز گاندھی کو یقیناً یاد ہوگا کہ انہیں سکھ فرقہ کا اعتماد بحال کرنا چاہئے۔ ورنہ یہ پیغام جائے گا کہ اگر یہ لیڈر عیسائی فرقہ کے خلاف جرائم میں ملوث میں ملوث ہوتے تو مسز گاندھی کا فیصلہ اس سے مختلف ہوتا۔ جوان لیڈروں کے سلسلہ میں انہوں نے کیا۔

(۳) دنیا میں جب بھی کسی حکمراں یا لیڈر پر جوتے چلتے ہیں تو وہ عراقی جرنلسٹ منتظر الزیدی کی یاد دلاتے ہیں۔ دنیا کے سب سے طاقتور اور فاتح حکمراں بش کے خلاف ایک مفتوح اور مظلوم قوم کے فرد کے ذریعہ کی گئی یہ کارروائی اب تاریخ کا ایک حصہ بن گئی ہے۔ اس میں حکمرانوں کے لئے یہ کھلا پیغام ہے کہ انہیں ظلم وناانصافی اور زیادتی کی روش سے گریز کرنا چاہئے۔

(۴) وزیر داخلہ مسٹر پی چدمبرم مرکزی کابینہ کا ایک اہم حصہ ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ جگدیش ٹائٹلر کو کلین چٹ دینے اور انہیں میدان انتخاب میں اتارنے کے فیصلے میں وہ شریک تھے یا نہیں اور اگر وہ شریک تھے تو ان کا کیا موقف تھا۔ تاہم اس اشتعال انگیزی کے موقع پر انہوں نے جس صبر وضبط اور تحمل وبردباری کا مظاہرہ کیا اور قصوروار کو فوراً معاف کردیا اور وہ رہا بھی کردیا گیا۔ وہ یقیناً ان کی شخصیت، عہدہ اور مقام کے شایان شان ہے۔ یہ بڑے ظرف اور حوصلہ اور سمجھداری ودور اندیشی کا کام ہے جو آج کل کے لیڈروں میں مفقود ہے۔ وزیر داخلہ ستائش کے مستحق ہیں۔ مزید برآں، جس صبر وسکون سے انہوں نے پریس کانفرنس جاری رکھا وہ ہمارے دوسرے قائدین، بطور خاص جذباتی مسلم قائدین کے لئے مشعل راہ ہے۔ انہیں مسٹر چدمبرم سے سبق لینا چاہئے۔

(۵) جرنیل سنگھ کے پاس اپنے غصہ کے اظہار کے لئے ایک دوسرا موثر ہتھیار بھی تھا اور وہ تھا قلم جس کا استعمال کرنے سے کبھی کوئی روک نہیں سکتا۔ اور قلم کی طاقت نے دنیا میں ہمیشہ اپنا لوہا منوایا ہے۔ لیکن جوتے کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کا عمل خود مسٹر جرنیل سنگھ اور ان کی صحافتی برادری کو آگے آنے والے دنوں میں پریشانی میں ڈال سکتا ہے جب کسی پریس کانفرنس سے پہلے منتظمین یہ ہدایت کریں گے کہ میڈیا پرسنس اپنے جوتے باہر اُتار دیں۔ جہاں یہ چیز اس طرح کے دیگر مواقع پر لوگوں کے لئے وجہ پریشانی ہوگی۔ وہیں بہت سوں کے لئے وقار کا بھی مسئلہ بنے گا اور جرنیل سنگھ پر گالیاں پڑیں گی۔

(۶) احتجاج کا وہ طریقہ بڑا اچھا لگا جب اٹلی کے ایک محب وطن اور انسانیت دوست سائنس داں پروفیسر گیمو پیچیو گیولیانی اورنگیل انسٹی ٹیوٹ آف ایسٹروفزکس) نے اپنی حکومت کے متعلقہ اہل کاروں کو عظیم الشان زلزلہ کی آمد کی پیشگی خبر سے کئی دن قبل متنبہ کیا لیکن نوکر شاہی نے اس پر فوری توجہ دینے کے بجائے الٹے ان پر دباؤ بنایا کہ وہ اپنی بات واپس لے لیں۔ سائنس داں نے انتظامیہ کے رویہ سے دل برداشتہ ہوکر اپنی بات انٹرنیٹ کے توسط سے لوگوں تک پہنچانی شروع کردی۔ حکومت نے ان پر پھر دباؤ ڈالا وہ انٹرنیٹ سے اپنا بیان ہٹالیں۔ انہوں نے گلی کوچوں میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اس کے آنے والے خطرے سے عوام کو متنبہ کیا۔ بالآخر جب ۶/اپریل کی صبح اس سات سو سالہ قدیم خوبصورت کوہستانی شہر پر زلزلہ کی بھیانک تباہی آئی جس پر پچاس ہزار لوگ بے خانماں اور سیکڑوں افراد لقمہ اجل ہوگئے تو حکومت کی نیند ٹوٹی اور اسے عوام کے شدید غصے کو جھیلنا مشکل ہوگیا۔

●●

ہیومن ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیراہتمام اسکالرشپ کی تقسیم

نئی دہلی- امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری کی صدارت میں ۲۹/مارچ کو ہیومن ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام دہلی وہریانہ کے طلبہ وطالبات کے درمیان اسکالرشپ کی تقسیم کے لئے ایک تقریب منعقد کی گئی، جس میں مختلف کالجز اور یونیورسٹیز میں زیر تعلیم ۲۲ طلبہ وطالبات شریک ہوئے۔ اسکالرشپ کی تقسیم مرکزی شعبہ خدمت خلق کے منصوبے ویژن ۲۰۱۶ء کا ایک جز ہے۔ اس کے تحت پورے ملک سے سو منتخب طلبہ وطالبات کو اسکالرشپ کی رقم بطور قرض فراہم کی جائے گی۔ تقریب میں جناب رفیق احمد خازن ہیومن ویلفیئر فاؤنڈیشن نے اسکالر شپ اسکیم کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے اس کی فراہمی کے مقصد پر روشنی ڈالی۔ جناب سید عتیق الرب منیجر مکتبہ اسلامی پبلشرز نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے کہا کہ حصول علم کی راہ میں جدوجہد فی الواقع اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنا ہے۔ امیر جماعت مولانا سید جلال الدین عمری نے اپنے صدارتی خطبہ میں بطور خاص دو نکات پر زور دیا۔ اوّل یہ کہ مسلم طلبہ وطالبات اپنے فن میں اختصاص اور اس درجہ کا کمال پیدا کریں کہ سماج ان کے صاحب کمال ہونے کا معترف ہوجائے۔ پھر آپ اور آپ کا فن سوسائٹی کے لئے کارآمد ومفید بھی ہو۔ دوسرا یہ کہ اپنے پیشہ وارانہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلام کو جاننے اور سمجھنے کی طلب ہونی چاہئے۔ صرف اتنا سن لینا کہ اسلام ایک عمدہ مذہب ہے کافی نہیں، بلکہ اسلامی تعلیمات سے بخوبی واقف ہونا یہ آپ کی اور ہماری دینی ذمہ داری ہے اور موجودہ حالات میں وقت کا تقاضا بھی۔ پروگرام کے کنوینر جناب سلیم اللہ خاں نے شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

بقیہ: ڈالر کے متبادل نئی عالمی کرنسی کی تجویز

اقتصادیات کو مضبوط کہا ہے اور ان کے مطابق چین آئندہ سال میں اقتصادی حوالے سے اپنے منصوبوں کی تکمیل پر پر اعتماد ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ چین اقتصادی میدان میں امریکہ سے بہت آگے نکل چکا ہے۔ دانشوروں کے مطابق چین اور امریکہ میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ امریکہ جنگ وجدال میں مصروف رہا اور اپنی معاشی صلاحیتوں کو جنگ کے حوالے سے استعمال کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے چین کو موقع ملا اور اس نے جنگ جیسے مہنگے اور نقصاندہ کاروبار سے کنارہ کشی کرتے ہوئے صرف اپنی اقتصادیات پر توجہ مرکوز کی جس کا نتیجہ امریکہ میں اقتصادی بحران اور چین کا معاشی سپر پاور بننے کی صورت میں نکلا۔ چین اور روس کا اتحاد ان حالات میں ناگزیر سمجھا جارہا ہے کیونکہ دفاعی اعتبار سے چین کو مدد درکار تھی جو کہ روس نے پوری کی۔ افغانستان پر امریکی حملے پر نہ روس اور نہ ہی چین نے کوئی تنقید کی تھی بلکہ دہشت گردی کے خاتمے پر امریکی اقدامات کو سراہا تھا، جواب غلط ثابت ہورہا ہے۔ امریکی تجزیہ نگاروں کے مطابق امریکہ کے افغانستان پر حملے پر تنقید نہ کرنا بھی روسی حکمت عملی کا ایک حصہ تھا جس میں روس کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، ڈیوس میں پوتن نے امریکی سرمایہ کاروں پر طنزیہ حملے بھی کئے تھے جنھوں نے پچھلے برس ۲۰۰۸ء میں ڈیوس میں ہونے والے اقتصادی فورم میں امریکہ کی معیاشیات کا دفاع کرتے ہوئے اس کو مضبوط گردانا تھا۔ پوتن نے وال اسٹریٹ پر بھی تنقید کرتے ہوئے کہا تھا:

Today Investment bank, the pride of wall street, have virtually ceased to exit.

ترجمہ: "آج سرمایہ کاری والے بینک وال اسٹریٹ کو حقیقی معنوں میں بند کردینا چاہئے"۔ پوتن نے ڈالرز کی بے جا پرنٹنگ پر بھی تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے حالات مزید خراب ہوں گے۔ چینی وزیر اعظم کی ڈیوس میں آمد سے پہلے امریکی وزیر خزانہ "تھموتھی" سے ملاقات بھی ہوئی تھی جس میں اس نے بارک اوباما کی طرف سے دبے الفاظ میں امریکی معیشت کو سہارا دینے کی درخواست کی تھی۔ اس سے اگلے دن ڈیوس میں ہونے والے عالمی اقتصادی فورم نے ساری بات کھول دی جس پر وہائٹ ہاؤس اور بارک اوباما کے ترجمان نے تبصرہ کرنے سے انکار کیا ہے۔ حتیٰ کہ ہلیری کلنٹن کے دورۂ چین میں اس نے امریکی حکومت کی طرف سے امریکی ٹریژری بانڈ تک کے حقوق چین کو آفر کئے تاکہ چین امریکہ کو سہارا دے سکے، لیکن چین امریکہ کی ڈوبتی ہوئی معیشت میں مداخلت کرکے خود نقصان نہیں اٹھانا چاہتا اور دوسرا روس کو اسی دن کا انتظار تھا جب امریکی حکام دنیا کے سامنے بے بس ہوں اور امریکی معیشت کا جنازہ نکالا جاسکے۔ ڈالر کے متبادل کوئی نئی بین الاقوامی کرنسی کا رائج ہونا امریکہ کے زوال پذیر تابوت میں آخری کیل کا کام کرسکتا ہے۔ روس کے امریکہ کے ساتھ تجارتی اور سفارتی تعلقات نہ ہونے کے برابر ہیں جس کی وجہ سے روس کو اس بحران سے نکلنے کے لئے زیادہ محنت نہیں کرنا پڑے گی۔ پوتن انتظامیہ نے اپنی کرنسی اور اقتصادی حالت کو سہارا دینے کے لئے دو سو بلین ڈالر کا بیل آوٹ پیکیج کا اعلان کیا جو کہ کافی سمجھا جارہا ہے، جبکہ چین دنیا کا سب سے زیادہ امریکہ سے قرضہ وصول کرنے والا ملک ہے، جس کے اعداد وشمار کا اندازہ دو ٹریلین ڈالر تک ہے۔ جس کی وجہ سے چین مزید امریکہ کے ساتھ کسی بھی معاہدے میں نہ پھنسنے کی حکمت عملی پر عمل کررہا ہے۔ دانشوروں کے مطابق حال ہی میں تیل کی قیمتوں میں نمایاں کمی کرنے کا مقصد روس کی بڑھتی ہوئی معیشت کو لگام ڈالنا تھا مگر امریکہ کا وہ ہتھکنڈا ابھی ناکام ثابت ہوا۔

چند تجزیہ نگاروں کے مطابق اگر چین کا امریکہ کے ساتھ تعاون برقرار رہا تو چین ۲۰۰۹ء میں کئے گئے منصوبوں پر کام کرنے کے قابل نہیں رہے گا بلکہ اس سال اس کا مطلوبہ آٹھ فیصد بڑھوتری کا ہدف بھی پورا نہیں ہوگا۔ اس وقت عالمی بحران کے سونامی کو مدنظر رکھتے ہوئے چین دفاعی حکمت عملی پر عمل کررہا ہے جبکہ روس نے واضح کردیا ہے کہ وہ عالمی اقتصادیات کا رخ امریکہ کی بجائے کسی دوسری طرف موڑنے کی کوشش کررہا ہے تاکہ امریکہ اپنے ساتھ پوری دنیا کو نہ لے ڈوبے۔ حالانکہ ٹیکنیکل لحاظ سے ڈالر کو تبدیل کرنے کے راستے میں بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ اس کے پیش نظر چائنا کے نیشنل بینک نے اپنی خدمات دینے کی بھی پیشکش کی ہے۔ جس سے ان مشکلات کا خاتمہ ہوتا نظر آرہا ہے۔ جس پر "آئی ایم ایف" نے بھی روس اور چین کی اس تجویز پر سوچ بچار شروع کردی ہے۔ آئی ایم ایف کے مینجنگ ڈائرکٹر "ڈومینک اسٹراس کاہن" نے کہا ہے کہ چین کی طرف سے ڈالر کی جگہ نئی مشترکہ عالمی کرنسی جاری کرنے کے معاملے پر تفصیلی مذاکرات کئے جائیں گے۔ ایک انٹرویو میں انھوں نے کہا کہ نئی کرنسی کے لئے مذاکرات کرنے میں کوئی مسئلہ نہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس حوالے سے مذاکرات اور مطالبات بالکل جائز ہیں۔ "آئی ایم ایف" کے ڈائریکٹر کے اس بیان سے روس کو کافی تقویت ملی ہوگی کیونکہ امریکہ کا سب سے بڑا اتحادی اور امداد کرنے والا ادارہ "آئی ایم ایف" ہے جس پر انہی صیہونیوں کا راج ہے جو امریکہ کی معیشت کو چلا رہے ہیں مگر جب امریکہ کی بگڑتی ہوئی صورتحال سنبھلتی نظر نہیں آرہی تو آئی ایم ایف نے بھی اپنا رویہ تبدیل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت آئی ایم ایف کے ڈائریکٹر کا یہ بیان ہے۔ عالمی سیاسی تجزیہ نگاروں کے مطابق موجودہ حالات میں اب امریکہ چین اور روس کی اجارہ داری کو تسلیم کرتے ہوئے ان کا اتحادی بن کر ہی اپنی بقاء کو یقینی بناسکتا ہے۔ چین جو پہلے سے ہی افریقہ میں اپنے دوستانہ رویے اور سرمایہ کاری کی وجہ سے اپنے قدم جما چکا ہے اب سنٹرل ایشیا میں شنگھائی آپریشن آرگنائزیشن کے ذریعے مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جارہا ہے، اقتصادی معاملات میں شنگھائی آرگنائزیشن نے ناٹو کو شکست دے دی ہے۔ امریکی اتحادی اب امریکہ کو قابل بھروسہ نہیں سمجھ رہے۔ جس کی وجہ کئی ناٹو ممالک نے بھی اپنے تحفظات کا اظہار کردیا ہے۔ اب ناٹو ممالک نے بھی چین پر اعتماد کا اظہار کردیا ہے۔ ناٹو کی مضبوطی کو بھی زنگ اسی عالمی بحران اور ڈالر کی گرتی ہوئی ساکھ کی وجہ سے لگا ہے۔ ان سب کے پیش نظر لندن میں ہونے والی جی۔ ۲۰ کانفرنس میں شامل ہونے والے وزرائے خزانہ نے اس بات کا اظہار پہلے ہی کردیا ہے کہ وہ موجودہ عالمی واقتصادی بحران کو حل کرنے کے لئے ہر ممکن اقدامات کریں گے۔ عالمی اقتصادی بحران سے نمٹنے کے لئے یکم اپریل ۲۰۰۹ء کو منعقدہ جی۔ ۲۰ ممالک کی کانفرنس کی تیاری کے سلسلے میں برطانیہ میں ہونے والے وزارتی اجلاس کے بعد وزرائے خزانہ نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ بین الاقوامی معاشی صورتحال بہتر بنانے کے لئے جو بھی ضروری ہوا کیا جائے گا۔ مطلب یہ کہ روس اور چین کی تجویز پر غور کیا جائے گا۔ روس کو تو پہلے ہی ڈالر کی اجارہ داری قبول نہیں تھی، اب موقع کو غنیمت جانتے ہوئے روس نے بین الاقوامی سطح پر بھی اس کی اجارہ داری کو چیلنج کردیا ہے۔ جس کے مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ "آئی ایم ایف" اور جی۔ ۲۰ کانفرنس میں اگر ڈالر کے متبادل کرنسی پر اتفاق ہوجاتا ہے تو ڈالر کی قیمت اور طاقت نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی جس کا براہ راست اثر امریکہ کی پوری دنیا کے حوالے سے مرتب کی گئی پالیسیوں پر پڑے گا۔ اب تو چینی حکام بھی سرمایہ کاری کے حوالے سے امریکہ کی جانب سے مایوس ہوچکے ہیں۔ انھوں نے چین کو مزید امریکہ میں سرمایہ کاری کرنے پر اپنے تحفظات کا اظہار بھی کردیا ہے۔ جس کا اظہار چینی وزیر اعظم نے ان الفاظ سے کیا تھا:

We have worries over china's significant holding of US government bonds

ترجمہ: "ہمیں مزید امریکی بانڈ خریدنے پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے"۔

تمام حقائق سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ چین اور روس نے امریکہ کو معاشی میدان میں زیر کرنے کے لئے منصوبہ بندی کو حتمی شکل دے دی ہے۔ اب امریکہ معجزاتی طور پر ہی اس بحران کی زد سے اپنے عوام کو نکال سکتا ہے جو بظاہر نظر نہیں آرہا۔

●●

حکومت اور عدالت کو مسلمانوں کے درد کو سمجھنا چاہئے

نئی دہلی- آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ چاہتا ہے کہ حکومت اور عدالت کے ساتھ ہندوستان کے لوگ مسلمانوں کے درد کو سمجھیں اور جسٹس مارکنڈے کاٹجو نے اپنی زبان سے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا ہے۔ اس کا مرہم تلاش کیا جائے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری مولانا سید محمد ولی رحمانی، سجادہ نشین خانقاہ مونگیر نے وزیر قانون ہنس راج بھاردواج کے سامنے ان اخباری تراشوں کو پیش کیا، جس میں جسٹس مارکنڈے کاٹجو کے ریمارکس چھپے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ ریمارکس غیر واقعی اور بے حد دلآزار ہیں، اخبار میں اس طرح کی چیز آتی ہے، تو فرقہ پرستوں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سپریم کورٹ میں ان کے محافظ موجود ہیں۔

وزیر قانون ہنس راج بھاردواج نے کہا کہ انہیں اخبار میں چھپے ان ریمارکس کا علم ہے، اور اگر اخبار کی رپورٹنگ صحیح ہے تو یہ ریمارکس افسوسناک ہیں، انہوں نے کہا کہ میں ان معاملات پر واقفیت حاصل کررہا ہوں، تاکہ واقعی صورت حال سامنے آسکے۔ وفد میں شریک مولانا محمود مدنی، مولانا عمید الزماں کیرانوی قاسمی، جناب محمد جعفر، نائب امیر جماعت اسلامی ہند، مولانا عبدالوہاب خلجی رکن عاملہ بورڈ، مولانا مفتی اعجاز ارشد اور دیگر نے گفتگو میں حصہ لیا۔

دعوت

کا

اگلا شمارہ (۱۶/اپریل ۲۰۰۹ء)

"نیا تعلیمی سال اور طلبہ کی رہنمائی"

کے جائزے پر مشتمل ہوگا۔

دعائے صحت

نئی دہلی- میری بچی زینب سخت علیل ہے، دماغی چوٹ آئی ہے، بے ہوشی کے عالم میں کئی دنوں سے اسپتال میں ہے مکمل صحت یابی کی دعا کی درخواست ہے۔

خالد، شاہین باغ، اوکھلا

دعائے مغفرت

● خیرآباد (سیتاپور)- مرحوم حاجی سلطان علی صاحب کے داماد عاشق علی صاحب کا مورخہ ۳/اپریل شب میں انتقال ہوگیا۔

● محترم حاجی امید علی خاں صاحب کی اہلیہ محترمہ نجن صاحبہ کا طویل علالت کے بعد مورخہ ۳/اپریل بروز جمعہ دو بجے انتقال ہوگیا۔ عارف علی انصاری خیرآباد

مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

اسمائے مدینہ اوران کی فضیلت

ڈاکٹر سلیس سلطانہ چغتائی

روئے زمین پر مدینہ کے علاوہ کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس کے نام کثرت سے ہوں اور جو نام سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے وہ ''طابہ'' اور ''طیبہ'' ہے۔ یعنی ایسی سرزمین جو شرک کی نجاست سے پاک ہو اور طبائع سلیم کی موافق ہو۔ اس کی آب وہوا نہایت پاکیزہ ہو۔ اس شہر کے رہنے والے اس کی مٹی اور اس کے درو دیوار کی ایسی عمدہ خوشبو پاتے ہیں جس کی مثال دنیا کی کوئی خوشبو پیش نہیں کرسکتی۔ یہ حقیقت ہے کہ مدینہ کی مٹی میں ایک خاص خوشبو ہے جو مشک وعنبر میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سانسوں کی مہلک ہے۔ یہ طیبہ ہے جنت، اور گناہوں کو یوں دُور کرتا ہے جیسے آگ چاندی کے کھوٹ کو دُور کرتی ہے۔ حدیث مبارکہ ہے ''اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں مدینہ کا نام طابہ رکھوں۔''

وہبؒ فرماتے ہیں کہ توریت میں مدینہ کا نام طیبہ اور طابہ اور طیبہ ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں: جو شخص مدینہ پاک کی زمین کو عدم طیب سے نسبت کرے اور اس کی ہوا کو ناخوش کہے وہ واجب سزا ہے۔ اس کو قید کیا جائے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔

امام بخاریؒ سے امام احمدؒ نے روایت بیان کی ہے کہ ''اگر کوئی شخص مدینہ کو یثرب کہے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے'' یثرب سے مراد فساد، مواخذہ اور عذاب کے ہیں۔ اس کے علاوہ یثرب ایک کافر کا بھی نام ہے۔ لہٰذا ایسے مقام کو جس کی عزت غبار شرک اور کفر سے پاک ہو، اُسے یثرب کہنے والا گناہگار ہے۔

اس مقدس شہر کو ''ارض اللہ'' اور ''ارض الہجرت'' بھی کہا گیا ہے۔ تمام شہروں پر اس کو غلبہ ہے اور اس کے احکام بھی تمام اطراف عالم پر غالب ہیں۔ اس کے علاوہ غلبہ، فضیلت اور عظمت رُتبہ کی وجہ سے تمام فضیلتیں اس شہر کے سامنے ہیچ ہیں۔ اس لئے اس کو ''اکالۃ القریٰ'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس شہر کا نام ''ایمان'' بھی ہے کیونکہ یہ ایمان کے احکام کا سرچشمہ ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ''ایمان'' کا فرشتہ جو ایمان والوں کے دلوں پر ایمان القاء اور الہام کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ کا رہنے والا ہوں اور ہرگز اس شہر سے باہر نہ جاؤں گا۔ جب اس بات کو حیاء کے فرشتے نے سنا تو کہنے لگا'' میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور کبھی تجھ سے جدا نہ ہوں گا۔ اس لئے حیاء اور ایمان اس شہر میں لازم وملزوم ہیں۔'' بارہ وبرہ'' بزائی اور بھلائی کے معنوں میں ہے، یہ بھی اس شہر کی علامت ہے۔ کیونکہ یہ جگہ نیکیوں کا خزانہ اور بھلائی کا ذخیرہ ہے۔ اس شہر کو بزرگی اور شرافت کا لباس عطا ہوا ہے۔ آپؐ تا حیات یہیں اقامت پذیر رہے اور بعد وصال کے بھی اسی جگہ فروکش ہیں۔ اس شہر کو ''بیت رسول اللہؐ'' بھی کہا جاتا ہے مکہ کو بیت اللہ اور مدینہ کو بیت رسول کہا گیا۔

''جابر وجبار'' بھی اسی شہر کا نام ہے۔ کیونکہ یہ شہر شکستہ دلان غریب کو مالدار اور بے کس فقیروں کو سہارا دیتا ہے۔ مغروروں کو شکست دیتا اور سرکش کو اطاعت پر مجبور کرتا ہے۔

''محبہ، حبیبہ ومحبوبہ'' اس شہر کے مرغوب نام ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے ''اے اللہ محبوب کرے تو ہماری طرف مدینہ کو مثل محبت مکہ کے''۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے: ''مدینہ حرم ہے'' ''حسنہ'' بھی اسی شہر کا نام ہے جس کی وجہ اس کے باغات، چشمے، کنویں، بلند وبالا پہاڑ، کشادہ فضائیں، عمارتوں کے قبے ہیں۔ حسن باطنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور صحابہ کرام کی برکات کی وجہ سے ہے۔

''خیرہ وخیرہ'' مدینہ کا نام ہے۔ جس کا مفہوم دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کا مجموعہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے'' مدینہ بہتر ہے ان کے لئے کاش کہ وہ جانتے ہوتے۔''

''دارالابرار ودارالاخیار'' مدینہ کا نام ہے۔ حضور اکرمؐ نے شہروں کے فتح کرنے سے اور لوگوں کے منتقل ہونے سے وسعت رزق کی طلب میں خبر دی ہے۔

''شافیہ'' مدینہ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ'' خاک مدینہ ہر مرض کے لئے شفا ہے'' یہاں تک کہ جذام اور برص کے لئے بھی۔ مدینہ منورہ کے پھلوں سے شفا حدیث سے ثابت ہے۔

''عاصمہ'' مدینہ کا یہ نام ایذائے مشرکین سے مہاجرین کے محفوظ رہنے کی وجہ سے ہے۔ مدینہ کو حضور اکرمؐ نے دجال اور طاعون سے محفوظ رہنے کی بشارت دی ہے۔

''فاضحہ'' بھی اس مقدس شہر کا نام ہے۔ اس شہر میں بداعتقاد اور بدکار لوگ چھپ نہیں سکتے اور ذلت ورسوائی کے ساتھ ظاہر ہوجاتے ہیں۔

''مومنہ'' بھی مدینہ کا نام ہے کیونکہ اس میں اہل ایمان کی سکونت ہے اور یہیں سے ایمان کے احکام نکلے ہیں اسلام کے مشاعر کا مرکز بھی یہی شہر ہے۔ اور جس طرح نفع اور برکت والفت ومومن کی علامات ہیں اسی طرح مدینہ منورہ میں بھی یہ اوصاف ہیں۔ یہ شہر بھی حضور اکرمؐ پر ایمان لایا۔ آپؐ نے فرمایا:'' خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، خاک مدینہ مومن ہے'' توریت میں اس کا نام مومنہ ہے۔ مدینہ کا ایک لقب ''مبارکہ'' ہے۔ حضور اکرمؐ نے مدینہ اور اس کی تمام چیزوں کے لئے یہاں تک کہ مد وصاع کے لئے دعا فرمائی کہ'' اے اللہ اس شہر کی برکت زیادہ کر جیسی کہ مکہ میں خیر وبرکت کی ہے۔'' اس شہر میں برکت حضور اکرمؐ کی دعا کی وجہ سے ہے۔

اس مقدس شہر کا نام ''مجبورہ یا مجبار'' بھی ہے۔ یعنی ایسی زمین جو سبزیاں اور سبزہ جلدا گائے اور بہت نفع والی ہو۔

''محروسہ ومحفوظ اور محفوظہ'' مدینے کے نام ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ مدینہ پاک کی گلیوں کے دونوں سروں پر فرشتے بیٹھے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

''مسکینہ'' یعنی ایسی زمین جہاں مسکینیت اور غربت خشوع اور خضوع ہو۔

''مقرّ'' قرار سے ہے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' اے اللہ تو کردے ہمارے لئے اس شہر میں قرار اور رزق عمدہ''

''مدینہ'' اس مقام کا مشہور نام ہے۔ لغت میں مدینہ ایسے مقامات کا نام ہے جو مکانات اور کثرت عمارات میں قریہ کی حد سے تجاوز کر گیا ہو اور شہر کے درجے کو پہنچا ہو، جو تمام گاؤں سے بڑا ہو۔ مدینہ منورہ'' یہی سید البلدان ہے جو عظمت وشرف میں بہت بلند ہے۔

''قبۃ الاسلام'' مدینہ کو قبۃ الاسلام بھی کہا گیا ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مدینہ اسلام کا قبہ ہے، ایمان کا گھر، ہجرت کی زمین اور حلال وحرام کے اُترنے کی جگہ ہے۔'' صحیح بخاری میں مدینہ طیبہ کو سلامتی کا گھر یعنی'' دارالسلامہ'' ''دارالسنۃ'' اور دارالہجرۃ'' کہا گیا ہے۔

''ذات النخل'' حضرت عائشہ سے حضرت ابوبکر کے جوار اور ہجرت کی ابتداء کے بارے میں ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے ارشاد فرمایا'' میں نے تمہاری ہجرت کی جگہ دیکھی ہے، میں نے کھجوروں والی زمین دیکھی ہے جو پتھریلے کناروں کے درمیان ہے۔''

مدینہ کو'' القریۃ'' اور'' قریۃ الرسولؐ'' بھی کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مقدس شہر کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ کے لئے منتخب فرمایا۔ یہ چیز مدینہ کے بلند مرتبہ رفیع منصب اور سعادت وکرامت کی دلیل ہے۔ مدینہ مقدسہ کی فضیلت کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ایک اہم دلیل ہے: ''اے اللہ مدینہ طیبہ کو لوگوں کے نزدیک مکہ سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔ ہمارے لئے اس کے صاع اور مد میں برکت دے۔ اس کا بخار دور فرما اور یہ بخار جحفہ (یہاں یہودی رہتے تھے) میں ڈال دے۔''

اس شہر کے ہر درے اور ہر گھاٹی پر فرشتے حفاظت کے لئے مقرر ہیں۔ یہ دجال اور طاعون سے محفوظ ہے۔ اس شہر کے فضائل کے ثبوت میں بے شمار احادیث موجود ہیں جو صحاح ستہ میں ہیں۔ ●●

دوحہ میں عرب لیگ اجلاس

احمد ولی مجیب

گزشتہ دنوں قطر کے دارالحکومت دوحہ میں عرب لیگ کا ۲۱واں اجلاس مقررہ وقت سے ایک دن قبل ہی ختم ہوگیا۔ اجلاس کے اختتام پر عرب لیگ کے سکریٹری جنرل عمر وموسیٰ نے اختتامی اعلامیہ پڑھ کر سنایا جسے ''اعلانِ دوحہ'' کا نام دیا گیا۔ عرب سربراہان مملکت کا یہ اجتماع اس لئے بھی انتہائی اہم تھا کہ اس وقت پورا خطہ انتہائی بحرانی حالات کا شکار ہے۔ اختتامی اعلامیہ میں سوڈان کے صدر عمر البشیر کے خلاف عالمی عدالت انصاف کے فیصلے کی مذمت کی گئی اور کہا گیا کہ عرب ممالک اس فیصلے کو نہیں مانتے۔ اس کے علاوہ اعلامیہ میں جو کچھ کہا گیا اس سے بظاہر ایسا لگا کہ یہ تمام باتیں نمائشی طور پر کہی جارہی ہیں۔ اجلاس کے ابتدائی سیشن میں سعودی عرب کے فرماں روا شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز اور لیبیا کے صدر معمر قذافی کے مابین تلخ کلامی ہوئی۔ لندن سے شائع ہونے والے عربی اخبار'' القدس العربی'' نے دوحہ کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بات کا امکان تھا کہ عرب دنیا کے سربراہانِ جو اپنی رعایا کے لئے مرجع اعلیٰ ہیں، اس کانفرنس کے ذریعہ ایسے فیصلے کریں گے جس سے یہ خطہ مشکلات سے نکلے اور عرب دنیا کے داخلی حالات اور عالمی سیاسی کشمکش کے تناظر میں اہم فیصلے سامنے آئیں۔ اگرچہ اس اجلاس کے انتظامات انتہائی شاندار تھے مگر اجلاس کے ابتدائی سیشن میں ہی لیبیا کے سربراہ معمر قذافی اور سعودی سربراہ کے مابین تلخی کے منظر نامے نے سب کچھ بدل ڈالا۔ یاد رہے کہ چھ سال قبل بھی عرب کانفرنس کے موقع پر معمر قذافی اور شاہ عبداللہ کے مابین زبانی جنگ ہوئی تھی۔ اس بار بھی معمر قذافی نے سابقہ گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے ایک بار پھر جنگ چھیڑنے کی کوشش کی جسے منتظمین نے آگے بڑھنے سے روکا اور بعد میں قطر کے سربراہ شیخ احمد بن خلیفہ نے شاہ عبداللہ اور معمر قذافی کو ساتھ بٹھا کر صلح صفائی کی کوشش بھی کی۔

اس جھڑپ کے بعد کانفرنس کے شرکاء آپس میں اسی موضوع پر بحث کرتے نظر آئے۔ عرب دنیا اور ایران کے تعلقات، عرب اسرائیل لڑائی اور کشیدگی، نئی امریکی انتظامیہ کے ساتھ تعلقات اور اسرائیل میں بننے والی دائیں بازو کی انتہا پسند حکومت کی تشکیل جیسے اہم موضوعات ثانوی حیثیت اختیار کر گئے اور یہی اس کانفرنس کے اہم موضوعات تھے۔ ان اہم موضوعات پر بولنے اور مثبت پیش رفت کا موقع ہی نہیں آیا۔ کانفرنس کے سربراہ معمر قذافی اور شاہ عبداللہ کو راضی کرنے میں لگے رہے۔ اس کانفرنس کے حوالے سے دلچسپ بات یہ تھی کہ صحافی حضرات نے جلسے کی باقی کارروائی کے بجائے قذافی اور عبداللہ کی لڑائی اور صلح کے حوالے سے بریکنگ نیوز دینے کو اپنا مشغلہ بنایا۔ عرب دنیا کے کروڑوں عوام جو عالمی طاغوت اور اپنے جابر حکمرانوں کی پالیسیوں سے سخت نالاں ہیں، ان مناظر کو دیکھنے کے بعد مزید مایوس ہوئے، کیونکہ عرب دنیا کے سربراہان کے آپس میں اتنے اختلافات ہیں کہ تاحال ان کا حل مشکل نظر آتا ہے۔ اگرچہ اختلافات کی نوعیت اتنی بڑی نہیں، صرف یہ بات ہے کہ تم مجھے بڑا تسلیم کرلو اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں تمہاری کوئی حیثیت نہیں، ہم بڑے ہیں ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ معمر قذافی اور شاہ عبداللہ کی جھڑپ کے بعد جو سب سے دلچسپ بات سامنے آئی وہ یہ تھی کہ شام کے صدر بشارالاسد، جن کی دو ہفتے قبل شاہ عبداللہ سے صلح ہوئی تھی، وہ دونوں کو منا کر واپس لائے۔ اب سوال یہ ہے کہ دو ہفتے قبل انتہائی نفرت کرنے والا اب مصلح بن کر کیسے سامنے آیا؟

اس کانفرنس میں اس بات کی توقع کی جارہی تھی کہ امریکہ، فرانس اور اسرائیل کی طرف سے اس دھمکی پر ضرور غور کیا جائے گا جس میں کہا گیا تھا کہ ہم سوڈان کے صدر عمر البشیر کو جہاز سمیت اغوا کرلیں گے اس لئے وہ اس کانفرنس میں شرکت نہ کریں۔ لیکن اس کے باوجود بھی عمر البشیر کانفرنس میں آئے اور خطاب بھی کیا، لیکن کانفرنس کے شرکاء نے اس سنگین دھمکی پر کوئی بات نہیں کی۔ عمر البشیر سب سے بڑے عرب ملک کے سربراہ ہیں اور ان کے جہاز کو اغوا کرنے کی باتیں ہوتی ہیں لیکن عرب دنیا کے سربراہ اس پر خاموش رہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا قذافی اور عبداللہ کی جھڑپ پہلے سے طے شدہ تھی؟ اس کا جواب واضح نہیں، اس جھڑپ نے اس اہم کانفرنس کا رُخ بدل ڈالا۔

اخبار'' القدس العربی'' کے ایڈیٹر عبدالباری عطوان نے عمر البشیر کی دوحہ آمد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عمر البشیر غلطی کررہے ہیں کہ وہ عرب حکمرانوں پر بھروسا کرکے چلے آئے ہیں، کیونکہ ان لوگوں نے اس سے قبل بھی کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ صدام حسین کو تمام عرب حکمرانوں کے سامنے عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربان کردیا گیا اور ایک دوسری مثال یاسر عرفات کی ہے جو ان عرب حکمرانوں کی موجودگی میں تین سال تک رام اللہ میں واقع اپنے ہیڈ کوارٹر میں محصور ہے اور کسی نے ان سے کوئی رابطہ نہیں کیا، بالآخر ان کو زہر دے کر شہید کردیا گیا اور کسی بھی عرب حکمراں کی جانب سے ان کے طبی معائنے کا مطالبہ نہیں کیا گیا جس سے یہ بات سامنے آسکتی کہ ان کی موت کا اصل سبب کیا تھا۔ پھر ان حکمرانوں کے سامنے غزہ پر ہونے والی حالیہ وحشیانہ بمباری کے مناظر موجود تھے۔ ان حملوں کو روکنے کے لئے ان حکمرانوں نے کچھ نہیں کیا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے امریکی ٹینک اور طیارے عراق میں داخل ہوئے اور پورے عراق کو راکھ کا ڈھیر بنادیا۔ غزہ میں ہونے والی حالیہ بمباری اور قتل عام کے خلاف صرف قرارداد مذمت منظور ہوئی اور تاحال غزہ کی تعمیر نو کے حوالے سے کچھ نہیں کیا گیا۔ اسلامی مزاحمتی تحریک حماس کے ترجمان فوزی برہوم نے کانفرنس کے اختتامی اعلامیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ فلسطین کے حوالے سے اس کانفرنس میں کچھ بھی نہیں تھا۔

قطر سے نشر ہونے والے عرب ٹی وی چینل ''الجزیرہ'' کے نمائندے کے مطابق اختتامی اعلامیہ میں یمن کے صدر علی عبداللہ صالح شریک نہیں ہوئے۔ انہوں نے احتجاجاً اختتامی سیشن میں بیٹھنے سے انکار کردیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اختتامی اعلامیہ کے حوالے سے ان کے موقف کو نہیں سنا گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ عمر البشیر کے حوالے سے عالمی عدالت کے فیصلے کے خلاف عرب دنیا کیا ایک موقف پر متفق ہوجائے گی؟ ●●

اوباما انتظامیہ کا دوہرا معیار

ابراہیم المصری
نائب صدر الجماعۃ الاسلامیہ، لبنان
ترجمہ: مسعود الرحمٰن خاں ندوی

امریکہ کے ڈیموکریٹ صدر بارک اوباما کی وہائٹ ہاؤس میں آمد سے اس لئے خوشی ہوئی کہ ہوسکتا ہے اس نئے گندمی چہرہ کی جڑیں اس کو عرب خطہ کے مسائل کے لئے زیادہ عدل وانصاف پر آمادہ کریں جن میں سے اہم ترین فلسطین کا ساٹھ سالہ پرانا مسئلہ ہے، لیکن جوں جوں دن گزر رہے ہیں ایسا معلوم ہورہا ہے کہ وہ کسی بھی دوسرے صدر سے زیادہ اپنی نئی ٹیم کے سامنے سرنگوں ہیں جو صہیونی وجود اور اس کے مسلسل ظلم وزیادتی کی کارروائیوں کے حق میں مساعی ہے۔ عربوں کو امریکہ انتظامیہ سے ہمیشہ یہ شکایت رہی ہے کہ وہ اپنے سیاسی تصرفات میں دوہرے معیار کی پالیسی پر گامزن رہتا ہے۔ مگر نئی انتظامیہ اسی اسلوب کو زیادہ حدت وشدت بلکہ چیلنج کی روح کے ساتھ چلارہی ہے۔ ایک اکلوتا اختلاف جواب تک ظاہر ہوا اور امریکی خارجی سیاست کے نام پر گندمی کونڈ ولیزا رائس کی جگہ گوری ہلیری کلنٹن کی تبدیلی ہے۔

اس سے زیادہ بری بات یہ کہ شرم الشیخ کی آرام گاہ میں امداد دینے والے ممالک کی کانفرنس میں خواہ شرکت کرنے والے عرب وزرائے خارجہ یا قاہرہ میں مصر-سعودیہ، سیریا کے مابین مصالحت کی ملاقات ان دونوں کے ایجنڈے سے مسئلہ فلسطین اور اسرائیلی انتخابات کے نتیجے میں دائیں بازو کی انتہا پسند اکثریت کی حکومت کے خطرات غائب رہے، ان کی توجہ جیسا کہ سعودی وزیر خارجہ کی پریس کانفرنس سے ظاہر ہوتا ہے ''نیوکلیئر صلاحیت کے حامل ایرانی چیلنج خلیج خطہ کے امن وامان اور عرب امور (خواہ وہ عراق سے متعلق ہوں یا فلسطین یا لبنان) میں بیرونی کو شامل کرنے پر رہی۔''

چنانچہ نئی امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے شرم الشیخ کانفرنس کے انعقاد کو عرب وزراء خارجہ اور سینئر عہدیداروں سے اپنے تعلقات کی غرض سے استعمال کرتے ہوئے غزہ کی آبادکاری کے لئے امداد کی بابت شرکائے کانفرنس پر امریکی۔ اسرائیلی تصور مسلط کردیا، چنانچہ انہوں نے انتظامیہ کے نوسو ملین ڈالر چندہ کے اعلان کے ساتھ ایسی شرائط بھی عائد کیں جن کی بدولت غزہ کے مستحقین تک اس امداد کا پہنچنا محال ہوجائے۔ انہوں نے کہا:'' اس امداد کا خطہ میں امن کے عمل سے جدا کرنا ناممکن ہے۔ یہ رقم غلط ہاتھوں (یعنی غزہ کی حاکم حماس کے ہاتھوں) میں ہرگز نہیں جائیں گی (حماس) حکومت کے ساتھ کوئی تعاون بھی تنظیم آزادی فلسطین کی قبول کی ہوئی پابندیوں (یعنی تشدد، مزاحمت) سے دستبرداری اور اسرائیل کے وجود کے حق کا اعتراف) کے احترام کے دائرہ میں ہوگا۔''

فلسطینیوں پر تو یہ شرائط عائد ہوئیں جب کہ اسرائیلیوں سے کوئی شرط/ پابندی/ وعدہ مطلوب نہیں۔ اس اسرائیلی حملے کا بھی کوئی ذکر نہیں جس کی وجہ سے غزہ میں یہ تباہی وبربادی مچی ہزاروں مجروح ومقتول ہوئے اور بے شمار بے گھر ہوکر خیموں یا کھلے آسمان کے نیچے بسیرا کرنے پر مجبور ہوئے! امریکی وزیر خارجہ نے جو بات کی وہ صرف اسرائیل کے امن وسلامتی کو دھمکانے والے قسام کے راکٹوں کی موقوفی کے بارے میں تھی، مگر انہوں نے حدود کے علاقوں (خاص طور سے رفح گزرگاہ کی سرنگوں جہاں سے محصور عوام کے لئے غذا ودوا کسی طرح آجاتی ہے) پر یومیہ اسرائیلی حملے دیکھے نہ سنے۔!

اس طرح دوہرے معیار کی پالیسی اپنی بدترین شکلوں میں نمودار ہوتی رہتی ہے۔ پھر جب وہ چند دن کے لئے آرام فرمانے تل ابیب گئیں تو انہوں نے تمام اسرائیلی پارٹیوں کے صدور سے ملاقات کی، جن میں سے بیشتر دائیں بازو کی انتہا پسند پارٹیاں تھیں، جن میں سے بعض امریکی انتظامیہ کے اپنائے ہوئے فلسطین میں دو مملکتوں (۱) عرب ریاست (۲) یہودی ریاست کے حل اور بین الاقوامی چارکی چوکڑی (امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی) کی شرائط کی منکر ہیں۔ نہ وہ کسی فلسطینی فریق سے مذاکرات کی قائل ہیں۔ مگر ہلیری کلنٹن نے ان کو کوئی نصیحت کرنے یا ان پر کوئی شرط عائد کرنے کے بجائے کچھ کہا تو یہ'' ہم آنے والی کسی بھی اسرائیلی حکومت سے یقیناً معاملہ کریں گے۔''

اس کے علاوہ خاص اس وقت جس محاذ کو اوبامہ انتظامیہ کھولنا چاہتا ہے وہ بین الاقوامی عدالت کا محاذ ہے جو گزشتہ برسوں میں دارفور میں ہونے والے واقعات کے بہانے سوڈان کی دستوری منتخب حکومت اور اس کے دستوری منتخب صدر کے تعاقب میں لگی ہوئی ہے، یہ اس لحاظ سے ایک مشتبہ امر ہے کہ امریکہ جس کو صدر بشیر کا سر چاہئے اس لئے وہ بین الاقوامی محکمہ کو سوڈانی نظام حکومت کے تعاقب میں استعمال کررہا ہے۔ چنانچہ گزشتہ کئی امریکی انتظامیہ ''انقاذ محاذ'' کے نظام حکومت کی گھیرا بندی پر کمربستہ ہیں۔ اور اس کے خلاف متواتر بحران پیدا کرتے رہتے ہیں جیسے مصر کے ساتھ حلایب بحران سے لے کر سوڈان کی آزادی کے لئے عوامی تحریک کے ساتھ جنوب کے بحران سے گزرتے ہوئے دارفور کے بحران وغیرہ تک۔ سوڈانی نظام حکومت ان تمام بحرانات سے بخوبی نپٹتی رہی۔ چنانچہ اس نے موجودہ دارفور بحران کے لئے گزشتہ ماہ دوحہ میں ایک معاہدے پر دستخط بھی کئے۔ لیکن بین الاقوامی عدالت کے مدعی (Prosecutor) لوئیس مورینو اوکامپو کو دارفور میں بحران کے علاوہ یہ سب صلح صفائی کی کارروائیاں دکھتی ہیں نہ ان کے بارے میں وہ کچھ سنتی ہیں، دوسری طرف مغربی میڈیا اس آگ کو ہوا دینے کے لئے کبھی دارفور میں تیس ہزار مقتولین کی بات کرتا ہے تو کبھی مزید بڑھا کر تین لاکھ بنادیتا ہے۔ جو ناقابل اعتبار خیالی اعداد وشمار ہیں، جب کہ اس بحران کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک روایتی قبائلی قتل وغارت گری ہے جس کا صدر بشیر یا سوڈانی حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس طرح کشمکش تو لبنان کی خانہ جنگی اور اسی طرح عراق، افغانستان وکشمیر ہیں اور جگہ جگہ جاری ہے۔

خود فلسطین میں تو یہ کشمکش اپنی بدترین شکل میں مسلسل چل رہی ہے تو کیا لبنان کے سابق صدور جمی موریہ اور ان کی حکومتوں اور ان کے وزراء کا وہاں کے قتل وغارتگری کے سلسلہ میں محاسبہ ومواخذہ ہوگا؟ اور پھر عراق وافغانستان میں روزانہ کے امریکی حملوں کے حساب کتاب کا کیا ہوا؟ الٹا امریکی کانگریس نے اپنے فوجی افسران اور انتظامی عہدیداران کو بین الاقوامی محکموں کے تعاقب سے بچانے کے لئے خود قرار دادیں منظور کرلیں جن کو اوکامپو محکمہ نے تسلیم بھی کرلیا! نیز فلسطین کا حساب کتاب کب اور کیسے ہوگا؟ جہاں اسرائیل کی بری فضائی اور بحری تباہ کن مشنری نے غزہ کے تمام وسائل زندگی نیز انسانوں سے لے کر شجر وحجر تک کو تہ وبالا کردیا۔ کسی لحاظ کے بغیر رہائشی گھر، مدرسے، اسکول، یونیورسٹیاں، مسجدیں ہسپتال ہر جگہ کو بے رحم سنگدلانہ بمباری سے تہس نہس کردیا اور اس نے بھی اپنے ان داتا اور دھن داتا اور گن داتا آقا امریکہ کے نقش قدم پر اپنے افسران کو غزہ میں جنگی جرائم کے سلسلے میں کسی بھی عدالتی کارروائی سے بچانے کے لئے تجویزیں خود منظور کرلیں اور دنیا میں سب نے آنکھ بند کرکے مان لیا۔

سوال یہ ہے کہ ٹھیک اسی وقت بین الاقوامی عدالت کے سامنے سوڈان کا مسئلہ کیوں اٹھایا گیا جب کہ دارفور کا مسئلہ چار برس سے جاری ہے اور حکومت سوڈان دارفور کے سب سے بڑے اپوزیشن گروہ (عدل ومساوات) کے ساتھ معاہدے پر دستخط کرکے بھی فارغ ہوئی ہے؟ ظاہر ہے کہ اس معاہدے سے مغربی حلقوں کو پریشانی لاحق ہوئی جیسے کہ اس سے پہلے حلایب بحران اور جنوبی سوڈان کے بحران کے حل کے وقت ہوئی تھی۔ اور اس سب سے بڑھ کر یہ کہ سوڈان مدد کے طالب ایک غریب فقیر ملک سے پٹرول کا مالک ملک بن گیا ہے۔ حکومت میں اسلام پسند'' انقاذ محاذ'' کے آنے کے بعد امریکی شیفرن کمپنی نے تیل کی تلاش روک دی تھی، سوڈان نے چینی اور ملیشیائی کمپنیوں سے مدد حاصل کی اور ایک مضبوط جمہوری افریقی ملک بن گیا۔ اپوزیشن پارٹیوں اور تمام سیاسی عناصر کو بحال کیا، پڑوس کے تمام تو ممالک نے تعلقات قائم کرلئے، یہ بحالی، خوشحالی اور استحکام مغرب سے نہیں دیکھا گیا تو سوڈان کے خلاف امریکی دباؤ کا پارہ چڑھنے لگا، یہ امریکی جانبداری اور دوہری سیاست کے سوا کچھ نہیں۔

(اداریہ ہفت روزہ الامان، بیروت)

ایک جائزہ

خلیجی ممالک کی سیاست میں خواتین کی شمولیت

رافعہ الطالعی اور ثمر فتانے

۲۰۰۷ء میں اومان کے پارلیمانی انتخابات میں خواتین کے لئے مختص کی گئی دو نشستیں ضائع گئیں اور وہ اومانی مشاورتی کونسل (اوسی) میں ایک نشست بھی جیتنے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔ اس نقصان کا ازالہ کرنے کے لئے سلطان قابوس بن سعید نے ماہرین تعلیم، سابق نائب وزراء اور اوسی کی سابق ارکان سمیت چودہ خواتین کو سٹیٹ کونسل میں نامزد کردیا۔ یہ کونسل حکومت کا ایک مشاورتی ادارہ ہے۔

اگرچہ سٹیٹ کونسل میں یہ خواتین کی اب تک ہونے والی سب سے بڑی نمائندگی ہے لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ پچھلے پانچ سال کے دوران اومان میں چار خواتین کو وزارت کی سطح کے عہدے تفویض کئے جاچکے ہیں۔ ان میں سے تین کو تعلیم، سیاحت اور سماجی ترقی کے امور کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی گئی جب کہ چوتھی خاتون، جنرل ہینڈی کرافٹس کمیشن، کی سربراہ کے طور پر تعینات کی گئی تھیں۔

اومان میں قابل ذکر سیاسی عہدوں پر متمکن دیگر خواتین کی سب سے پہلی وفاداری انہیں اوپر لانے والی حکومت کے ساتھ ہوتی ہے اور عام طور پر ان کا کردار حکومت کی بنائی ہوئی پالیسیوں کو نافذ کرنے کے لئے مشورے اور تجاویز دینے تک محدود رہتا ہے۔ تاہم گزشتہ برسوں میں وقوع پذیر ہونے والی بعض چھوٹی لیکن اہم تبدیلیوں کا سہرا بالواسطہ طور پر باثر عہدوں پر خواتین کی تعیناتی کے سرجاتا ہے۔

گزشتہ سال ہونے والی ایک اہم پیش رفت میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق، مفت سرکاری زمین اور نئے قانون شہادت میں عدالتی گواہی میں مردوں کے برابر وزن دیا گیا۔ اس کے علاوہ خواتین کی صورتحال پر بری طرح اثر انداز ہونے والے ایک رجحان یعنی عورتوں کی اسمگلنگ سے نمٹنے کے لئے بھی قانون نافذ کیا گیا۔ امید ہے کہ سیاسی سطح پر ہونے والی یہ حالیہ پیش رفت محض نقطۂ آغاز ہے۔

اومانی خواتین عوامی زندگی میں مزید بھرپور طریقے سے شرکت کرنے کی خواہشمند ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے انہیں یہ محسوس ہورہا ہے کہ انہیں موجودہ سیاسی ماحول پر بہت کم قدرت حاصل ہے کیونکہ بیشتر قائدانہ مناصب پر تعیناتی سلطان کی ہدایت پر ہوتی ہے اور اکثر اوقات اس مقصد کے لئے کوئی واضح معیار نظر نہیں آتا۔

اگرچہ ان کی کوششیں منظم نہیں ہیں لیکن بہت سی خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ حکومت کو سرکاری عہدوں پر اور مشاورتی کونسل میں قومی مردم شماری یا افرادی قوت میں عورتوں کے تناسب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مزید خواتین کو تعینات کرنا چاہئے۔ منتخب عہدوں کی تعداد بھی بڑھائی جائے۔ اس سے خواتین کو حکومتی مناصب کے لئے انتخابات میں حصہ لینے کا موقع ملے گا۔

خواتین سے متعلق موضوعات کے بارے میں بڑھتی ہوئی آگہی اور صنفی مساوات کے حق میں مقامی اور بین الاقوامی سطح پر بلند ہوتی ہوئی آوازوں کی وجہ سے اب اومان میں عورتوں کے حقوق کو زیادہ عرصہ نظر انداز نہیں کیا جاسکے گا۔

سعودی عرب میں پہلی خاتون وزیر کا تقرر

گزشتہ ہفتے سعودی عرب میں تعلیم نسواں کی نائب وزیر کے طور پر ایک خاتون کا تقرر اپنی نوعیت کی پہلی تعیناتی ہے جو سعودی عرب میں تبدیلی اور اصلاحات کے عمل کو تیز کرسکتی ہے۔ تاہم بہت سی خواتین اس بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہیں۔

خواتین اگرچہ دیگر شعبوں میں کامیابیاں حاصل کررہی ہیں، مثلاً ریاض کی ایک یونیورسٹی میں خاتون کو ڈین بنایا گیا اور بعض اسپتالوں میں خواتین مختلف شعبوں کی سربراہ بھی ہیں لیکن سعودی عرب میں سیاسی قیادت کے کسی منصب پر کوئی خاتون تعینات نہیں ہے۔ تو پھر نوری الفائض کو نائب وزیر بنانے سے کیا فائدہ ہوگا؟ کیا ایک عورت باقیوں کے لئے حالات سازگار بناسکتی ہے؟

الفائض کو یقیناً ایک بہت مشکل مہم درپیش ہے۔ ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ خواتین کو ملازمت حاصل کرنے کے لئے درکار ضروری صلاحیتوں کی تربیت دینے کے منصوبے شروع کریں گی اور ان معاملات پر توجہ دیں گی جو خواتین کی تعلیم اور معیار زندگی کو بہتر بنانے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

ان سے یہ توقع بھی کی جاتی ہے کہ وہ اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں لڑکیوں کی جسمانی تعلیمات وتربیت پر عائد پابندی ہٹانے کی درخواستوں پر عمل کریں گی، اسکولوں کو بہتر سہولیات فراہم کریں گی اور موسیقی اور ڈرامہ میں ہم نصابی پروگرام متعارف کرائیں گی۔ سعودی خواتین نے الفائض سے جو توقعات وابستہ کرلی ہیں وہ ان کے عہدے کی ذمہ داریوں سے بہت زیادہ ہیں۔ بہت سوں کو یہ بھی امید ہے کہ وہ شوریٰ کونسل پر سیاسی میدان میں عورتوں کے ساتھ امتیازی برتاؤ ختم کرنے اور قائدانہ مناصب پر خواتین کے لئے کوٹہ مختص کرنے کے لئے دباؤ ڈالیں گی۔

مزید برآں الفائض پر ملک کے بہت سے اصلاح پسندوں کی طرف سے دباؤ ڈالا جائے گا کہ وہ خواتین کے ساتھ مساوی شہری کے طور پر سلوک کرنے اور انہیں اپنے خوابوں

باقی صفحہ ۵ پر

POSTED ON 11 April 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.)- 41 / 2009 - 11 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8.

۱۳؍اپریل ۲۰۰۹ء

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawatnews@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2090 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post

جنوبی ایشیا میں بدامنی کا ماحول سخت تشویشناک ہے

ڈاکٹر سید عبد الباری

اس وقت مشرق وسطیٰ سے برصغیر تک ہر طرف قتل وغارت گری، بم بلاسٹ، تباہی وبربادی کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ ہندوستان میں بمبئی کے ہوٹل تاج کے حادثات کے بعد اور مالیگاؤں وغیرہ کے دھماکوں وہلاکتوں کے مجرمین، ہندتو کے ایک فاشسٹ گروپ کی گرفتاری اور فوج کے کچھ عناصر کی پکڑ دھکڑ کے بعد حالات کچھ نارمل ہوتے نظر آرہے ہیں اور پولیس کے انکاؤنٹر اور بے قصوروں کی گرفتاری وٹارچر کے واقعات کچھ کم ہوئے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے پڑوسی ملک پاکستان میں اس وقت جو غیر معمولی انتشار اور تشدد کی لہریں اٹھ رہی ہیں اور جن کے نتیجے میں بے قصور افراد مارے جارہے ہیں اس پر سخت تشویش پیدا ہورہی ہے۔ اسی طرح افغانستان و پاکستان سرحد پر امریکی ڈرون کے مسلسل حملوں اور بے قصور لوگوں کی اموات پر ہراشیائی کو بے حد فکر ہے۔

دوسری طرف ہندوستان کے دیگر پڑوسی ممالک سری لنکا، بنگلہ دیش، نیپال کے احوال بھی تشویشناک ہیں۔ بالخصوص سری لنکا میں فوج اور ایل ٹی ٹی ای کے تباہ کن تصادم اور بے قصور لاکھوں انسانوں کی جان کو درپیش خطرات اور بنگلہ دیش میں شیخ حسینہ کی آمد کے بعد پچیس تیس سال پہلے کے زخموں کے دوبارہ ابھر آنے اور آبادی کے ایک طبقے کا دوسرے طبقے سے ٹکراؤ کا ماحول خاصا اندیشناک ہے۔ گویا پورا جنوبی ایشیا اس وقت تصادم، ٹکراؤ اور تشدد کے نقطۂ عروج پر ہے۔ بدقسمتی سے ہندوستان اس مرحلے میں ایک بڑے بھائی کی حیثیت سے امن انسانیت اور شرافت وانسان دوستی کی بحالی کے لئے جو کردار ادا کرسکتا تھا اس سے پوری طرح غافل ہے اور یہاں کی لیڈرشپ اور میڈیا اسی زبان میں گفتگو کررہا ہے جس میں مغربی وصیہونی میڈیا وممالک کررہے ہیں۔ اس وقت اس خطے کے سارے واقعات کا الزام ان گروپوں اور تنظیموں پر عائد کیا جارہا ہے جو وادی سوات اور سرحدی قبائل کے علاقے میں آزادی وخودمختاری کے نام پر سرگرم عمل ہیں۔ اس وقت لفظ جہاد پر خوب خوب گل افشانی گفتار کا سلسلہ جاری ہے اور کسی کی زبان ہندو فاشسٹ گروپوں، صیہونی واسرائیلی سازشیوں وقاتلوں اور مغربی ممالک کی اس مجموعی پالیسی پر ایک لفظ جائزہ وتنقید کا نظر نہیں آرہا ہے جو مسلسل اس خطے کو اپنی آویزشوں کا مرکز بنائے ہوئے ہیں۔

پاکستان جس طرح خطرناک موڑ تک پہنچ گیا اس کے ذمے دار خود اس کے طالع آزما سیاستداں اور فوجی وردی میں ملبوس خودغرض وعیار لوگ ہیں جو ہر وقت اس فکر میں ہیں کہ کیسے جمہوریت کو غیر موثر اور آمریت کو توانا بنایا جائے۔ عوام کی خواہشات اور ولولے کچھ اور ہیں اور فوجی سربراہوں اور حکمرانوں کے عزائم کچھ اور ہیں۔ سالہا سال کی امریکی غلامی اور اس سے زیادہ سے زیادہ مالی امداد حاصل کرنے کی ہوس نے اس ملک کے سربراہوں کو اپنے عوام سے زیادہ امریکی مفادات کا غلام بنا کر رکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ عدل وانصاف کے فقدان، قانون کی بالادستی سے انحراف اور عیاری ومکاری کے ذریعے اعلیٰ مناصب تک پہنچنے کے جنون نے اس ملک کو جنگل راج کی منزل تک پہنچا دیا ہے۔ دوسری طرف امریکہ کے بغیر پائلٹ کے ڈرون جہازوں سے سرحد کے خوددار قبائل پر مسلسل بمباری نے اس خطے کے آزادی پسند وغیرتمند عوام کو امریکہ سے زیادہ پاکستان کی فوج اور سیاستدانوں کا دشمن بنا دیا ہے جنھوں نے مدت دراز سے امریکی افواج کی میزبانی اور اپنے عوام پر حملے کی مجرمانہ غلطیاں کی ہیں۔

خود ہمارے ملک میں آئے دن تشدد وتوڑ پھوڑ کے واقعات ہوتے رہے ہیں۔ وہ بھی ہمارے جمہوری حکمرانوں کے غلط فیصلوں اور اپنی آزادی وخودمختاری، عزت ووقار کے تقاضوں کو نظرانداز کرکے امریکہ واسرائیل پر مکمل انحصار کی وجہ سے رونما ہورہے ہیں۔ بدقسمتی سے ہم حقیقی مجرموں کو پکڑنے اور انہیں سزا دینے سے کتراتے ہیں۔ بمبئی کے تاج ہوٹل کے حادثے میں ملوث غیر ملکی عناصر کا سراغ لگانے اور واقعات کی ڈور جہاں سے ہلائی جاتی رہی ہے وہاں تک پہنچنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس طرح کے مصنوعی پرتشدد واقعات کا ڈرامہ اس لئے کیا جاتا رہا ہے کہ برصغیر میں عدم تحفظ کے احساس کو پروان چڑھا کر زیادہ سے زیادہ اسلحہ کی خریداری کی طرف اس غریب ملک کو ڈھکیلا جاسکے۔ چنانچہ اسی اسرائیل سے مسٹر منموہن سنگھ کی حکومت نے غزہ میں قتل کرنے والے سفاکوں کو اپنا حقیقی دوست قرار دے کر بڑے پیمانے پر اسلحہ خریدے۔ ترکی جو اسرائیل کا پرانا دوست اور تجارتی رفیق تھا غزہ کے بعد اس نے اسرائیل کو سخت وارننگ دی اور تعلقات ختم کرنے کی طرف قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ ادھر مسٹر منموہن سنگھ نے ان فلسطینیوں کے لئے کوئی کلمہ خیر نہیں کہا جو غزہ کے اندر محبوس ہیں اور جنہیں یہودی مسلسل روند رہے ہیں۔ چنانچہ یہ صاف نظر آرہا ہے کہ برصغیر میں ہر تشدد، ہر غارتگری اور ہر اندوہناک حادثہ کی ڈور صیہونی قوتیں ہلاتی ہیں جن کی سرپرستی کھل کر اس کے مغربی وامریکی آقا کرتے رہتے ہیں۔ بدقسمتی سے پاکستان کی طرح ہندوستان میں بھی صیہونی ایجنٹوں اور خوفناک ایجنسیوں کا جال بچھا ہوا ہے جن کی سرپرستی ہمارے ملک میں فاشسٹ قوتیں خاموشی سے کرتی رہتی ہیں۔ اب اگر ہنگامے حادثے اور اشتعال انگیزی ونفرت، انتقام اور تعصب کے شعلے نہ بھڑکائے جائیں تو پھر مغرب اور اسرائیل کی اسلحہ کی تجارت کہاں فروغ پائے۔ یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ عدم تشدد اور اہنسا کے اصول کی بنیاد پر قائم ہونے والا یہ ملک اس وقت نفرت وانتقام کے زہر سے آلود ہوگیا ہے۔ بدقسمتی سے یہ نفرت وانتقام خود اس ملک کے اندر آباد اس طبقے سے ہے جو ایک ہزار سال سے اس کے ساتھ اخوت ومحبت کی زندگی گزارتا رہا ہے اور اب دیکھتے ہی دیکھتے یہ سارے لوگ جہادی، دہشت گرد اور تشدد پسند قرار دیئے جارہے ہیں۔ افغانستان وسرحد پر اگر وہاں کے عوام امریکہ وناٹو کی فوجوں سے برسر جنگ ہیں تو وہ اپنی آزادی کی لڑائی لڑ رہے ہیں اور ہم ہندوستانیوں کے لئے قابل ستائش ہیں جنھوں نے ۱۹۴۷ء تک مغربی استعمار سے مسلسل کشمکش کرکے انہیں اپنے ملک سے بے دخل کیا۔ اب وہی استعماری قوتیں اگر ہمیں دوسروں کی آزادی سلب کرنے کا سبق دے کر گمراہ کریں تو ہمیں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ کشمیر کے مسئلہ کا حق خود انتظامی دے کر اور فوجوں کو ہٹا کر ہم آسانی سے حل کرسکتے تھے مگر ہمیں مغربی طاقتیں پاکستان سے خوفزدہ کرکے وہاں اپنی چھاؤنی قائم رہنے پر آمادہ کرتی رہی ہیں۔ پاکستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا ہماری مجبوری نہیں بلکہ ہمارے دوستی واخوت اور پڑوسیوں کے ساتھ ہمیشہ اچھے تعلقات کے روشن اصولوں کا تقاضا ہے جسے اب ہمیں اسرائیل وامریکہ کے اسلحہ فروشوں کے ورغلانے پر نظرانداز کرنا پڑ رہا ہے۔ مسٹر منموہن سنگھ کو جس قدر اشتیاق اسرائیلی ومغربی رہنماؤں سے ملنے اور محبت آمیز باتیں کرنے کا رہتا ہے کاش اس کا عشر عشیر ایشیا وافریقہ کے ان مظلوم ممالک کے سربراہوں سے روابط رکھنے کا جذبہ ہوتا تو پھر نہرو کے عہد کی طرح ہندوستان ایک باوقار مقام حاصل کرسکتا تھا۔ مسٹر منموہن سنگھ سرمایہ دارانہ کلچر کے پروردہ ہیں اور ورلڈ بینک سے نیچے انہیں غریبوں کی جھونپڑیاں نظر نہیں آتیں۔ یہی ممالک اب ہر سانس میں طالبان کو گالیاں دیتے ہیں تو ہمارے وزیر اعظم کو اپنے ملک کے اکثریت دشمن بجرنگ دل شیوسینا اور آر ایس ایس کے خونخوار چہرے دکھائی نہیں پڑتے۔ جب بھی کسی قوم یا گروہ کے جائز حقوق کو سلب کیا جائے گا تو اس کے اندر لازماً ردعمل ہوگا اور وہ طاقت کے ذریعے اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہونے پر مجبور ہوگا۔ ظلم وناانصافی کے خلاف اس جنگ کو بدقسمتی سے مشرق وسطیٰ وبرصغیر میں اسلام کے لفظ جہاد سے جوڑ دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسی جہاد کے فلسفے پر ایمان رکھنے والے ہمارے اسلاف بھی تھے جنھوں نے برصغیر میں چھ سات سو سال حکومت کرنے کے باوجود ہر قوم کو اپنے مذہب پر قائم رہنے اور اپنی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کے حق کو تسلیم کیا۔ طالبان کا شور مچانے والے آخر اسرائیل کی بربریت وتشدد سے کیوں آنکھیں بند کرلیتے ہیں جو مسلسل مٹھی بھر فلسطینیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہے اور عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ بدقسمتی ہے کہ عالمی میڈیا جس پر صیہونیوں کا غلبہ ہے۔ اگر یہ خبر دیتا ہے کہ طالبان نے سرحدی علاقے کے لڑکیوں کے سارے اسکول بم سے اڑا دیئے تو ہم یقین کرلیتے ہیں کہ وہ لوگ لڑکیوں کی تعلیم کے دشمن ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ناٹو کے فوجی اسکولوں کی عمارت کو اپنا ٹھکانا بنا کر حملہ کرتی ہیں اور انہیں ٹھکانے لگانے کے لئے طالبان کو انہیں نشانہ بنانا پڑتا ہے۔ اسی طرح بے شمار خبریں طالبان کی بربریت کی مسلسل پھیلائی جاتی ہیں جبکہ یہی صیہونی میڈیا گجرات کے قتل عام کے وقت ایک دم خاموش تھا۔

مسئلہ یہ ہے کہ اس صورتحال سے کیسے نبرد آزما ہوا جائے۔ ظاہر ہے بم کا علاج بم سے کبھی کامیاب نہیں ہوا ہے۔ اس طرح مسلسل بموں کے دھماکوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ شاید عدل وانصاف کے قیام اور دوسروں کے حقوق کی پامالی سے کنارہ کشی، آدمیت کے احترام اور تشدد سے کنارہ کشی اور عدم تشدد کے ذریعے ہم اپنے پڑوسیوں کا اعتماد واعتبار حاصل کرسکتے ہیں۔ اسلحہ کی مسلسل خریداری اور غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں پر انحصار اور تاریخ کے ہر دور میں فتنہ پھیلانے والی قوموں وگروہوں پر آنکھ بند کرکے انحصار کے ذریعے ہم برصغیر کو امن وامان کا گہوارہ نہیں بنا سکتے بلکہ دنیا کے جنگجو ممالک میں آنے والے دنوں میں خدانخواستہ ہمارا بھی شمار ہوسکتا ہے۔ خدا کرے ان خفیہ ہاتھوں سے ہم آگاہ ہوسکیں جو اس خطہ کو باہمی تصادم کا میدان جنگ بنانے پر آمادہ ہیں۔

••

بنگلہ دیش: جنگی جرائم کی تحقیقات

ڈھاکہ۔ بنگلہ دیش چالیس برس قبل اپنی جنگ آزادی کے دوران جنگی جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو سزا دلوانے کے لئے جلد ہی تحقیقات شروع کرنے کا اعلان کرنے والا ہے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ جن لوگوں نے ہزاروں شہریوں سے جنسی زیادتی کرنے اور انہیں قتل کرنے میں پاکستانی فوج کا ساتھ دیا ان

ایران کو امریکی پیشکش ایک اہم ٹرننگ پوائنٹ

اختر علی

امریکہ کے پہلے سیاہ فام صدر بارک حسین اوباما نے اپنی صدارتی انتخابی مہم کے دوران اپنے پیش رو صدر جارج ڈبلیو بش کی پالیسیوں کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے بہت سے خوشگوار نعرے بلند کئے تھے جن میں سے ایک ایران سے مذاکرات اور اس سے بہتر تعلقات کا قیام بھی تھا۔ ایران کے سال نو یعنی جشن نوروز کے موقع پر امریکی صدر بارک اوباما کی جانب سے ایران کے لئے اچھے اور خیرسگالی کے جذبات پر مبنی ویڈیو جاری ہوئی، جسے دنیا بھر کے میڈیا نے غیر معمولی کوریج اور اہمیت دی۔ اس موقع پر انھوں نے ایرانی عوام کو جشن نوروز پر مبارکباد دی اور ایران سے ڈپلومیٹک سطح پر تمام معاملات پر بات چیت کی پیشکش کی، جس میں انھوں نے اس بات کے امکانات کا بھی اظہار کیا کہ ایران اقوام عالم میں اپنا جائز مقام حاصل کرسکتا ہے، لیکن یہ مقام ومنصب ''دہشت گردی'' یا ''اسلحے'' کی بنیاد پر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

"The Islamic Republic of Iran to take its rightful place in the community of nations" but Iran would not achive its "rightful place..... through terror or arms".

ایران کے اسلامی انقلاب کے بعد سے امریکہ ایران تعلقات کشیدہ چلے آرہے ہیں۔ گزشتہ تیس برسوں میں ایران۔امریکہ تعلقات میں مخاصمت کی ایسی فضا پیدا ہوئی جو صدر جارج ڈبلیو بش کے دور میں اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ ایران میں امریکہ کو ''شیطان بزرگ'' کہنے کا نعرہ ایسا بلند ہوا کہ ایران کے درودیوار اس نعرے سے رنگین اور ملک کا کونہ کونہ اس نعرے سے گونجنے لگا۔

دوسری جانب امریکہ نے انقلاب کے خلاف پروپگنڈے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور ایران کی انقلابی حکومت کو ناکام بنانے کی ہرممکن کوشش کی اور ساتھ ہی ایران کو ''برائی کا محور'' قرار دیا۔ صدر جارج ڈبلیو بش کے دور میں متعدد بار ایسے مواقع بھی دیکھنے میں آئے، جب ایسا لگتا تھا کہ بس اب ایران امریکہ جنگ ہوا ہی چاہتی ہے۔ خلیج فارس میں امریکی بیڑے لنگر انداز ہوئے، ایران کی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کرنے کے لئے اسرائیلی فضائیہ کی مشقوں کی رپورٹیں بھی منظر عام پر آئیں۔ آیا یہ سب کچھ امریکہ کی جانب سے ایران پر نفسیاتی دباؤ ڈالنے کا حربہ تھا یا حقیقت میں وہ جنگ کے لئے پرتول رہا تھا۔ مگر ایران نے ہر محاذ پر امریکہ کا ڈٹ کر اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کیا۔ کہیں ایسا محسوس نہیں ہوتا تھا کہ ایران دنیا کی سپر پاور سے ٹکرانے کر کسی پچھتاوے یا خوف کا شکار ہے۔

آج جب امریکی صدر بارک حسین اوباما نے ایران کو مذاکرات کی پیشکش کی تو عمومی طور پر خیال کیا جارہا تھا کہ ایران جو ایک عرصے سے عالمی برادری سے کٹا ہوا ہے، جس پر متعدد بار سلامتی کونسل کی جانب سے اقتصادی پابندیاں عائد کی جاچکی ہیں۔ بہت سے ایرانی بینکوں اور مالیاتی اداروں کے ساتھ لین دین بند ہے۔ بہت سی ایرانی کمپنیوں کے اثاثے منجمد کئے جاچکے ہیں۔ دنیا کے بیشتر ممالک اور ملٹی نیشنل کمپنیوں پر ایران کے ساتھ معاہدے اور تجارت نہ کرنے پر دباؤ ہے۔ ایسی حالت میں وہ فوراً اور بیتابی سے امریکی پیشکش کو قبول کرلے گا، مگر ایرانی حکومت اور ان کے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای نے محض مبارکباد اور خوبصورت الفاظ کو ناکافی قرار دیا۔ ایران کے سپریم لیڈر روحانی پیشوا آیت اللہ خامنہ ای نے مشہد میں عوام الناس سے خطاب کرتے ہوئے بارک اوباما کے ویڈیو میں دیئے گئے پیغام کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ ایران امریکہ بہتر تعلقات کے لئے محض اچھے الفاظ کافی نہیں بلکہ اس کے لئے امریکہ کو عملی اقدامات کرنے چاہئیں۔ انھوں نے کہا کہ امریکی صدر ایک طرف ایرانیوں کو نوروز کی مبارکباد دیتے ہیں اور دوسری جانب ان پر دہشت گردی کی حمایت کا الزام بھی لگاتے ہیں۔

آیت اللہ خامنہ ای نے ۱۹۸۰ء کے عشرے میں عراقی صدر صدام حسین کے لئے امریکہ کی حمایت اور ۱۹۸۸ء میں امریکہ کے ہاتھوں ایران کے ایک مسافر بردار طیارے کے مار گرائے جانے کے واقعہ سمیت پچھلے تیس برسوں کے دوران امریکہ کے ساتھ ایران کی شکایتوں کا بھی ذکر کیا۔ امریکہ نے جب ایران کو مذاکرات اور تعلقات کو بہتر بنانے کی پیشکش کی ہے، اس کی ٹائمنگ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ افغانستان سے لے کر ترکی تک جس میں مشرق وسطیٰ کا خطہ بھی شامل ہیں، بہت ہی حساس اور نازک وقت سے گزر رہے ہیں۔ دوسری طرف عرب ممالک اور ایران کے درمیان اختلافات کی خلیج ایک مرتبہ پھر بڑھتی دکھائی دے رہی ہے۔ عرب ممالک خطے میں ایران کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ، بالخصوص عراق میں اپنے فکر اور خواہش کے مطابق حکومت کے قیام کی دیرینہ خواہش سے تحفظات کا شکار ہیں۔ جس کا اظہار سعودی وزیر خارجہ بھی گزشتہ دنوں کرچکے ہیں۔ مراکش نے تو ایران سے سفارتی تعلقات ختم کرنے کا اعلان بھی کردیا ہے، جس کا کہنا ہے کہ ایران مراکش میں اپنے اثرات بہت تیزی سے نفوذ کررہا ہے۔ ایران کے ایک اعلیٰ منصب دار کی جانب سے بحرین کو اپنا چودھواں صوبہ قرار دیئے جانے پر خلیجی ریاستیں صدائے احتجاج بلند کررہی ہیں۔ ایسی صورتحال میں یہ خطہ ایک مرتبہ پھر دو طاقتوں عرب اور ایرانیوں کے مابین تختہ مشق بنتا دکھائی دے رہا ہے۔ یہ ایک لازمی امر ہے کہ جب کوئی جگہ خالی ہوتی ہے تو آس پاس کی قوتیں اس جگہ کو پر کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

عراق میں امریکی افواج کے بہت بڑے حصے کے انخلاء کے بعد پرو ایرانی اور پرو عرب گروپس حرکت میں آجائیں گے اور وہاں اپنا اثر ورسوخ جمانے اور اپنی اپنی حمایت یافتہ حکومت کے قیام کے لئے کوشاں رہیں گے، جس سے پھر ایک کھینچاتانی کی سی کیفیت طاری ہوجائے گی۔ امریکہ نے عراق سے فوجوں کے انخلاء کا اعلان تو کردیا ہے مگر اس کے باوجود لگ بھگ پچاس ہزار امریکی فوجی وہاں نامعلوم وقت تک قیام کرکے عراقی سیکورٹی فورسیز آرمی اور پولیس کو ٹریننگ دیں گے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بغداد میں امریکہ کا دنیا میں سب سے بڑا سفارت خانہ ہے اور ظاہری بات ہے کہ یہاں پر امریکی سفارتی عملے کی تعداد بھی اسی حساب سے ہوگی۔ امریکہ نے یہ سفارت خانہ اس لئے نہیں بنایا کہ وہ اسے چھوڑ کر چلا جائے۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ امریکہ موجودہ صورتحال کے برعکس آئندہ پس پشت رہ کر اور عراقی اہلکاروں کی مدد سے اقدامات کرے گا۔ کہنے کی بات اتنی سی ہے کہ یہاں پر یا پورے خطے میں عرب ایرانی مخاصمت جتنی بڑھے گی امریکہ کو مداخلت کا اتنا ہی موقع ملے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عرب اور ایران کی قیادتیں وقت کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی متفقہ اور مشترکہ حکمت عملی تشکیل دیں، جس سے امریکہ کو دخل اندازی کا موقع کم سے کم ملے۔

امریکہ کی پالیسیوں اور نت نئے اقدامات کا مرکز ومحور امریکی مفادات ہی ہوتا

باقی صفحہ ۵ پر

بقیہ: پوپ بینڈکٹ پر یورپ میں شدید تنقید

ہے۔ جرمن ہیلتھ منسٹر نے اپنے ردعمل میں کہا کہ یہ غیر ذمہ دارانہ بیان ہے۔ فیملی پلاننگ کے طریقوں سے یورپ اور دنیا بھر میں کروڑوں لوگ بیماریوں سے محفوظ ہیں اور فیملی پلاننگ کے طریقے غریب ترین لوگوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔

پوپ نے لوگوں کی زندگی کے تحفظ کو نظرانداز کیا جو کہ افسوسناک ہے۔ عیسائیوں کے مذہبی پیشوا کے افریقہ میں فیملی پلاننگ کی طریقوں کی وجہ سے ایڈز کے بڑھنے اور اسقاط حمل پر پابندی کے بیانات پر فرانس بھر میں عوام اور دانشوروں میں سخت برہمی پائی جاتی ہے۔ جس کا اندازہ IFOP کے عوامی سروے سے کیا جاسکتا ہے جس میں ۴۵ فیصد فرانسیسی کیتھولک عیسائی پوپ کے خیالات پر ان کا استعفیٰ چاہتے ہیں۔ یہ رائے سیکولر لوگوں کی نہیں بلکہ کیتھولک کے ماننے والوں کی رائے ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ پوپ نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے اور عوامی صحت کو مکمل نظرانداز کیا ہے۔ ویٹی کن کے ترجمان مغربی عوام کو یہ باور کروانے کی کوشش میں ہیں کہ پوپ نے کوئی غلط بات نہیں کی بلکہ وہ کہنا چاہتے تھے کہ ایڈز سے بچنے کے لئے میاں بیوی کو تعلقات میں وفاداری دکھانی ہوگی۔ بے وفائی سے ایڈز جیسا مرض پھیل رہا ہے۔ وفاداری marital fidility سے ہی ایڈز جیسی موذی بیماری پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ فیملی پلاننگ کے طریقوں اور اسقاط حمل کی مخالفت پر پوپ بینڈکٹ کو عیسائی افریقی ممالک میں واہ واہ اور مغربی ممالک میں سخت تنقید کا سامنا ہے۔ وہ افریقی دورے کے بعد فرانس سمیت دوسرے یورپی ممالک میں متنازعہ شخصیت بن چکے ہیں۔ پوپ بینڈکٹ کو یہ فائدہ ضرور حاصل ہے کہ ان کی طرف سے کی جانے والی باتوں کو صرف ان کی شخصیت سے منسوب کیا جارہا ہے لیکن اگر یہی باتیں کوئی تیسرے درجے کا غیر اہم مسلمان مذہبی رہنما بھی کرتا تو اسے اسلامی فتویٰ قرار دے کر اسلام پر تنقید کا ذریعہ بنالیا جاتا۔

••

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ''دعوت'' ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمن

سب ایڈیٹرز: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی

عمیر کوٹی ندوی، اشرف علی بستوی

ایم اے ایف اکیڈمی

اے ۴۳ سیکٹر ۶۲ نوئیڈا

فاؤنڈر: محمد ابوالفضل فاروقی

نرسری تا XI داخلے جاری

★ سی بی ایس ای سے منظور شدہ ★ سی بی ایس ای کورس
★ اعلیٰ تربیت یافتہ اسٹاف ★ بچے کی پروگریس پر ہر وقت نظر
★ ہر طالب علم پر خصوصی توجہ ★ سیکشن میں صرف ۲۵ طلباء
★ ابتداء سے کمپیوٹر کی تعلیم ★ ہر وقت بجلی کے لئے جنریٹر موجود
★ ضروری سامان سے آراستہ سائنس لیب
★ کمرہ روشن، ہوادار، تپش سے محفوظ ★ ۲۴ ہزار مربع گز کا وسیع رقبہ
★ صد فیصد نتائج ★ سیٹیں محدود ★ داخلہ فارم ویب سائٹ پر دستیاب
★ داخلے کیلئے بچے کا ہونہار ہونا کافی ★ ٹرانسپورٹ کے لئے محفوظ اور آرام دہ بسیں
★ ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور جدید ترین سہولتوں سے آراستہ نہایت خوشنما عمارت

صد فیصد رزلٹ کے ساتھ سبھی طالب علم فرسٹ ڈویژن ڈسٹنکشن (Distinction) کے ساتھ پاس ہوئے ہیں۔

اعلیٰ ترین سہولتوں کے باوجود فیس کفایتی

Phone: (0120) 2400522, 6545202
Fax:(0120)2400510
e-mail: info@mafacademy.com
Website: www.mafacademy.com

ضرورت رشتہ

منصوری برادری کی ایک لڑکی عمر 36 سال، طلاق شدہ جس کے بچے نہیں، سال بھر کے بعد طلاق ہوگئی تھی تعلیمی استعداد ادیب کامل، معلم، امور خانہ داری میں ماہر، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لئے برسر روزگار لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔
رابطے کے لئے موبائل نمبر
09451054891

دو نئی کتابیں

• **ڈاڑھی کا مسئلہ** مرتب: ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

اسلام میں ڈاڑھی کی کیا حیثیت ہے؟ یہ ضروری ہے یا غیر ضروری؟ اسلام میں ڈاڑھی کو بڑھانے کا حکم عمومی ہے یا اس میں کسی قسم کی تخصیص ہے؟ اور سرکاری یا غیر سرکاری ملازمتوں میں ڈاڑھی پر اعتراضات کرنے والے کس ذہنیت کی نمایندگی کرتے ہیں؟ ان جیسی دوسری بحثوں سے متعلق مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، معروف فقیہ مولانا سید احمد عروج قادریؒ اور تحریکی حلقے کے نامور اسکالر ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کی واضح اور مدلل تحریریں۔

سائز: ۲۳x۳۶/۱۶ • صفحات: ۲۴ • قیمت:- Rs.10/-

• **آج نہیں تو کبھی نہیں** مصنف: جناب محمد بشیر جمعہ

انسانی زندگی کی تعمیر وارتقاء میں رکاوٹ پیدا کرنے والی بیماریوں سستی، کاہلی اور آسان پسندی کے اسباب ووجوہ پر ایک جامع گفتگو اور ان کے علاج کے لیے مجرب تراکیب۔ ایک مفید اور قابلِ استفادہ کتاب۔

سائز: ۲۳x۳۶/۱۶ • صفحات: ۸۰ • قیمت:- Rs.30/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

Post Box. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110 025
Phones:26971652,26954341, 26946447(D) Fax:26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com Website: www. mmipublishers.net